عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد نمبر ۲۸ | ۱۱ تا ۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۰۹ | شمارہ نمبر ۱۰

گلہائے عقیدت

کوئی اُن کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! اُن کے بعد کوئی نہیں

پیغمبرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہمدرد و غمگسار

مالاکنڈ شرعی نظامِ عدل معاہدہ

پسِ منظر | حقائق | خطرات | اندیشے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwt.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

روزہ کا فدیہ

س:.....اگر رمضان شریف میں کسی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں تو بعد میں کس طرح روزے رکھے جائیں کہ کفارہ ادا ہوجائے؟

ج:.....اگر کسی عذر کی وجہ سے روزے قضا ہوجائیں تو عذر ختم ہوجانے کے بعد روزے رکھے جائیں ایسا آدمی جو زندگی کے کسی مرحلہ میں روزہ رکھنے پر قادر ہو، وہ جب تک روزہ رکھنے کی طاقت اور استطاعت رکھے گا، اس پر قضا لازم ہوگی۔ اس کے روزوں کا فدیہ دینا ناجائز ہے لیکن اگر کوئی شخص بہت بوڑھا ہو یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو کہ اب زندگی بھر تندرست نہیں ہوسکے گا تو اس کو زندگی بھر فدیہ دے دینا یا اس کی وصیت کرنا جائز ہے۔

سودی قرض دلانے میں معاونت

تسلیم رضا، مانسہرہ

س:.....ہم زرعی شعبے سے وابستہ ہیں، اور ہمارے ادارے کے تعاون سے بینک کے ذریعے زمینداروں کو قرضہ جات دیئے جاتے ہیں، جو زمیندار ہمارے پاس آجاتے ہیں، ہم پہلے اسے سود وغیرہ سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور قرضہ نہ لینے پر آمادہ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ زمیندار قرضے لیتے ہیں، جس کے لئے فارم وغیرہ بھی ہم بھرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں تو کیا ہم بھی سودی لین دین میں ان کے برابر کے شریک ہیں؟ نیز سودی کاروبار اور لین دین کی جو وعید اور عذاب ہے وہ بھی بیان کریں؟

ج:.....اگر آپ بینک یا زرعی بینک کے ملازم نہیں ہیں، آپ کے اس طرز عمل سے بہرحال آپ کو گناہ ہوگا کیونکہ آپ سود لینے اور دینے کا سبب اور ذریعہ بن رہے ہیں، لیکن چونکہ آپ بینک کے ملازم نہیں ہیں، اس لئے آپ کی تنخواہ بہرحال ناجائز اور حرام نہ ہوگی لیکن اگر آپ بینک کے ملازم ہیں اور اس کی اجرت آپ کا بینک دیتا ہے تو آپ کی تنخواہ بھی حرام ہے اور سود دلانے کا گناہ بھی آپ کے سر ہوگا۔

تارک نماز کا روزہ اور زکوٰۃ

محمد خالد، اسلام آباد

س:..... جو شخص نماز نہیں پڑھتا اگر وہ رمضان کے روزے رکھے تو کیا اس کے روزے قبول ہوں گے؟ اگر وہ زکوٰۃ دے تو کیا اس کی زکوٰۃ قبول ہوگی؟ اور اگر جانور کی قربانی دے تو کیا اس کی قربانی قبول ہوگی؟

ج:.....نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی الگ اور مستقل فرائض و واجبات ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کو تارک نماز کا گناہ ہوگا، بایں ہمہ اگر کوئی روزہ رکھتا ہے یا زکوٰۃ دیتا ہے تو اس کا روزہ اور زکوٰۃ کا فرض ادا ہوجائے گا، یہ قطعاً درست نہیں کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ روزہ بھی نہ رکھے یا اگر اس نے روزہ رکھا یا زکوٰۃ دی تو اس کا

مولانا سعید احمد جلالپوری

روزہ اور حج وزکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

س:.....جس گھر میں ٹیلی ویژن کے پروگرام جن میں موسیقی بھی شامل ہو دیکھے جائیں تو کیا ایسے گھر والوں کی نماز قبول ہوگی؟

ج:..... ٹی وی دیکھنا یا اس کے غلیظ پروگرام اور موسیقی سننا اگرچہ حرام اور ناجائز ہیں۔ مگر بہرحال ایسے لوگ اگر نماز کی ادائیگی کریں تو نماز ہوجائے گی، اور ان کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے گا۔

پیر یا مرشد بنانا ضروری ہے؟

نعمان پان ہاؤس، خیرپور میرس

س:.....بعض لوگ اپنے لئے پیر یا مرشد کا انتخاب کرتے ہیں، اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں؟ یہ بتایئے کہ ہر مسلمان کے لئے کسی کو مرشد یا پیر بنانا ضروری ہے؟

ج:.....جس طرح دنیا کا کوئی علم و ہنر بغیر استاد کے نہیں سیکھا جاسکتا، اسی طرح روح کی بالیدگی اور روحانی امراض: کبر، غرور، حسد اور بغض وغیرہ کی تشخیص اور اس کا علاج کسی متبع سنت مرشد کے بغیر نہیں ہوسکتا، اس لئے اپنی اصلاح کے لئے کسی کامل شیخ کی پیروی انسان کی ضرورت ہے۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

— مجلسِ ادارت —

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۲۸ ۱۱تا۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۸تا۱۵/مارچ ۲۰۰۹ء شمارہ:۱۰

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مالاکنڈ شرعی نظام عدل معاہدہ!...	۴	مولانا سعید احمد جلال پوری
مظہر رحمت ﷺ ہمدرد و غمگسار	۷	زیبا شاہد، کینیڈا
نزول مسیح علیہ السلام کا عقیدہ(۲)	۱۱	علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ
گلہائے عقیدت	۱۴	انتخاب: اے ایل طاہر
اسلام میں دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری	۱۶	مولانا شوکت علی قاسمی
قادیانیت: منظر اور پس منظر	۲۱	مولانا عبدالحی حسنی ندوی
خبروں پر ایک نظر	۲۵	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زرِ تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرِ تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

Hazori Bagh Road Multan

Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ادارہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

مالاکنڈ شرعی نظام عدل معاہدہ!

پس منظر، حقائق، خطرات، اندیشے اور وسوسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

سقوط کابل اور افغانستان میں براہ راست امریکی مداخلت کے بعد اسلام دشمنوں نے، ان لوگوں، جماعتوں، علاقوں اور ممالک کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانا شروع کردیا، جنھوں نے کبھی اپنے مظلوم پڑوسیوں کی مدد اور ان کی دفاع دین و وطن کی تحریک میں جان، مال اور زبان و بیان سے عملی یا اخلاقی مدد و معاونت کی "غلطی" کی تھی۔ اسی لئے پورا پاکستان، صوبہ سرحد اور بطور خاص اس کے وہ علاقے، جو افغانستان سے ملحق تھے اور وہاں کی عوام نے اپنے مظلوم افغان بھائیوں کی مدد کی تھی، سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔

سقوط کابل کے بعد امریکا اور اس کے اتحادیوں نے اپنے تئیں یہ طے کرلیا کہ افغانستان کو قابو کرنے اور وہاں کی یورش پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے از بس ضروری ہے کہ پاکستان کے سرحدی علاقوں کی دین دار عوام کو نکیل ڈالی جائے۔

چنانچہ اس کے لئے سب سے پہلے یہ تاثر دیا گیا کہ افغانستان کی بدامنی میں صوبہ سرحد اور خصوصاً وزیرستان میں چھپے القاعدہ کے دہشت گردوں کا بنیادی کردار ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ان کا قلع قمع ہونا چاہئے، پھر چونکہ القاعدہ افغانستان اور امریکا کی مجرم ہے اور امریکا کا مجرم جہاں کہیں بھی ہو، اس کو کیفر کردار تک پہنچانا امریکا کا حق ہے، اس لئے پاکستان کے ان علاقوں پر امریکی حملے بھی ہونے لگے۔

دوسری جانب اعدائے اسلام نے پاکستان کی کٹھ پتلی حکومت اور فوجی آمریت کے کان میں یہ افسوں پھونکا کہ افغانستان کی لڑائی، پرائی ہے اس میں پاکستان کو خواہ مخواہ دخل انداز نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ایسے تمام لوگ جو دین دشمن افغان پالیسی اور امریکا کے دشمن ہیں، وہ پاکستان کے بھی دشمن ہیں، لہٰذا امریکا، افغانستان اور پاکستان کو اپنے ان مشترکہ دشمنوں کے خلاف مشترکہ کارروائی کرنا چاہئے۔ یوں پاکستان کے دین دار اکثریتی علاقہ شمالی وزیرستان کو دشمن کا علاقہ اور وہاں کی معصوم اور نہتی عوام کو ملک دشمن سمجھ کر اس کے خلاف حملے شروع کردیئے گئے۔

اگر امریکا اور اس کے اتحادی یہ کارروائی کرتے تو جائے افسوس اور مقامِ تعجب نہ تھا، مگر اے کاش کہ اس موقع پر حکومت پاکستان بھی دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنے ملک اور اپنی عوام کے خلاف صف آرا ہوگئی، اور القاعدہ اور دہشت گردی کے خاتمہ کے نام سے وہاں کی شہری اور دیہی آبادیوں کو نشانہ بنایا جانے لگا۔

دوسری جانب جب متاثرہ علاقوں کی مظلوم عوام نے اپنے دفاع میں حملہ آوروں کے خلاف جوابی کارروائیاں شروع کیں تو یہ علاقے نہ صرف میدان کارزار بن گئے، بلکہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ جو لوگ اپنے ملک اور فوج کے خلاف حملہ آور ہوں، وہ دہشت گرد اور القاعدہ کے ارکان ہی ہوسکتے ہیں، یوں ان مظلوموں کے خلاف امریکا، اس کے اتحادیوں اور پاکستان نے متفقہ طور پر جنگ کا بگل بجادیا۔ ہائے افسوس! کہ اس چڑھائی اور بمباری کے نتیجے میں جہاں ہزاروں لوگ خاک وخون میں تڑپائے گئے، وہاں آبادیوں کی آبادیاں کھنڈرات میں تبدیل ہوگئیں اور لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوگئے۔

اس شر وفساد کو ختم کرنے اور اس سلگتی آگ کو بجھانے کے لئے متعدد بار جرگے تشکیل دیئے گئے، امن کمیٹیاں بنائی گئیں، معاہدے کئے گئے، مگر افسوس! کہ جو لوگ ملک، قوم، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، انہوں نے ہر بار ایسی تمام مساعی اور کوششوں کو ناکام بنادیا۔ یہاں تک کہ جنگ وفساد اور بدامنی کی آگ بڑھتے بڑھتے فاٹا اور سوات کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی، یوں وزیرستان سے شروع ہونے والی بدامنی کی آگ پورے صوبے میں پھیل گئی۔ اس سب کے باوجود شمالی وزیرستان، سوات اور فاٹا کے مسلمانوں کا ایک ہی مطالبہ رہا کہ ہم پر مسلط کی گئی جنگ کا خاتمہ کیا جائے، ان علاقوں پر جاری حملے بند کئے جائیں اور فوج کشی ختم کرکے یہاں اسلامی قوانین اور اسلام کا نظام عدل قائم کیا جائے، چنانچہ اس سلسلہ میں بالترتیب ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۹ء میں کئی ایک معاہدے ہوئے اور ایم ایم اے کی حکومت نے باقاعدہ نفاذ اسلام کے لئے حسبہ بل مرتب کرکے شر وفساد کے ان سوتوں کو بند کرنا چاہا تو ارباب اقتدار نے ان کی راہ میں بھی روڑے اٹکائے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت پاکستان نے مالاکنڈ، کوہستان اور سرحد کے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے وہاں نظامِ عدل قائم کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے اس آگ کو بجھانے کا فیصلہ کیا ہے، جیسا کہ روزنامہ ”جنگ“ اور دوسرے معاصر اخبارات میں ہے:

”پشاور (ایجنسیاں/نمائندہ جنگ) سرحد حکومت نے مالاکنڈ ڈویژن اور ضلع کوہستان میں شرعی نظام عدل کے نفاذ کا اعلان کردیا ہے تاہم اس پر باقاعدہ عملدرآمد وادی سوات اور ملحقہ اضلاع میں حکومت کی عمل داری بحال ہونے کے بعد کیا جائے گا۔ مولانا صوفی محمد سوات میں عسکریت پسندوں سے ہتھیار ڈالنے کے لئے رابطہ کریں گے۔ سمجھوتے پر سرحد حکومت اور مولانا صوفی محمد کے نائب امیر نے دستخط کئے، معاہدے پر عملدرآمد کے لئے ایک ٹاسک فورس قائم کردی گئی ہے، شرعی عدالت کا فیصلہ حتمی ہوگا، صوفی محمد عسکریت پسندوں سے ہتھیار ڈالنے کے لئے رابطہ کریں گے، فوج بحالی کا کام مکمل کرنے کے بعد واپس چلی جائے گی، آپریشن متاثرین کو معاوضہ ادا کیا جائے گا، سوات میں مارے جانے والے تمام افراد کے لواحقین کے لئے فی کس ۳ لاکھ اور زخمیوں کو ایک لاکھ امداد دی جائے گی۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے صرف جوابی کارروائی کریں گے اور فوج اب علاقے میں امداد اور بحالی کے کام میں حصہ لے گی اور امن کی بحالی پر واپس چلی جائے گی۔ شریعت محمدی جس کے ماخذ قرآن مجید، سنت، اجماع اور قیاس ہیں نافذ العمل ہوں گے اور ان کے خلاف کوئی فیصلہ قبول نہیں کیا جائے گا، ڈویژن کی سطح پر دار القضاء کے نام سے شرعی عدالت قائم ہوگی جس میں قاضی عدالت کے کسی بھی فیصلے کے خلاف اپیل ہوگی اور اس عدالت کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ اس کا اعلان سرحد کے وزیر اعلیٰ امیر حیدر خان ہوتی نے پیر کو تحریک نفاذ شریعت محمدی کے نمائندوں اور سیاسی جماعتوں کے اکابرین کی کانفرنس کے بعد ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر اے این پی کے صوبائی صدر افراسیاب خٹک، پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر سید ظاہر علی شاہ، اے این پی کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات زاہد خان، صوبے کے سینئر وزیر بشیر احمد بلور اور اعلیٰ حکام کے علاوہ دیگر سیاسی قائدین بھی موجود تھے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ تحریک نفاذ شریعت محمدی کے ساتھ معاہدہ کامیابی سے طے پاگیا ہے اور فریقین نے اس معاہدے پر عملدرآمد کے عزم کا اظہار کیا ہے، عالمی برادری سمجھوتے کو ایشو نہ بنائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تحریک نفاذ شریعت محمدی کے امیر مولانا صوفی محمد اور ان کے رفقاء کے بھی شکر گزار ہیں، جنہوں نے قیام امن کے لئے ہماری کوششوں

اور مذاکراتی عمل پر مثبت اندازِ فکر اختیار کیا اور ہم ایک قابل عمل معاہدہ طے پانے میں کامیاب ہوگئے، ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم خلوص دل سے طے پانے والے معاہدے پر عملدرآمد کریں گے وزیر اعلیٰ نے سوات کی صورتحال پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حالیہ عرصے کے دوران سوات میں بہت تباہی ہوئی ہے بے گناہ لوگ شہید ہوئے ہیں، زخمی ہوئے ہیں اور لاکھوں لوگ بے گھر بھی ہوئے ہیں، ان کی آباد کاری اور بحالی کے لئے صوبائی حکومت، وفاقی حکومت مل جل کر کوششیں کریں گی اور عالمی امدادی اداروں سے بھی اس سلسلے میں تعاون حاصل کیا جائے گا۔ انہوں نے سوات کے متاثرین کے لئے صدر مملکت کی طرف سے اعلان کردہ حالیہ اقدامات پر شکریہ ادا کیا اور کہا کہ شہدا اور زخمیوں کے لئے معاوضے کی جس رقم کا صدر مملکت نے اعلان کیا ہے وہ ٹرانسفر ہو چکی ہے اور انشاء اللہ بہت جلد معاوضوں کی ادائیگی شروع کردی جائے گی۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ سوات میں جن لوگوں نے اپنے مقاصد کے لئے تشدد کی راہ اختیار کی تھی وہ معاہدے کے بعد اس راہ سے ہٹ جائیں گے اور قیام امن کی کوششوں میں اپنا مثبت کردار ادا کریں گے۔"

(روزنامہ جنگ کراچی، ۱۷/فروری ۲۰۰۹ء)

بلاشبہ یہ ایک قابل تحسین اقدام ہے، خدا کرے کہ حکومت اور بیوروکریسی اپنی سابقہ روش سے ہٹ کر اس عہد کی پاسداری کرے، تاکہ ان علاقوں میں مستقل اور پائیدار امن قائم ہو سکے۔

تاہم یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ اس معاہدہ کی بیل منڈھے چڑھتی ہے؟ یا خدانخواستہ یہ بھی سابقہ معاہدوں کی طرح امریکی مفادات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھتا ہے؟ کیونکہ حالات و واقعات پر نظر رکھنے والے اس معاہدہ سے بھی کچھ زیادہ پُر امید نہیں، اس لئے کہ:

۱:...... ابھی تک اس معاہدہ کی تفصیلات منظر عام پر نہیں آئیں، لہٰذا نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ابہام کیا گل کھلائے گا؟ حالانکہ جس معاہدہ میں ذرہ بھر ابہام ہو، اس کے نفاذ و تنفیذ میں نہ صرف مشکلات ہوتی ہیں بلکہ اس میں شدید اختلاف و انتشار کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۲:...... اس معاہدہ کو موثر بنانے کے لئے ضروری تھا کہ اس کی باقاعدہ کوئی دستاویز مرتب کی جاتی، اور فریقین سے اس پر دستخط کرائے جاتے تاکہ کوئی فریق اس سے منحرف نہ ہو سکے۔

۳:...... حکومت اور بیوروکریسی کی بدعہدی کی تاریخ سے واقف حضرات کا کہنا ہے کہ اس معاہدہ کے پیچھے کہیں کوئی سازش نہ ہو، کیونکہ حکومت اور بیوروکریسی کی جانب سے پرتشدد کارروائیوں اور سخت موقف کے فوراً بعد عوام کا مطالبہ مان لینا اور عام شہریوں کی شرائط پر صلح کر لینا بہر حال خطرہ سے خالی نہیں۔

۴:...... ایک اندیشہ یہ بھی کیا جارہا ہے کہ کہیں یہ بھی کوئی امریکی چال نہ ہو، کہ ان لوگوں کو مطمئن کرکے ان کے خلاف ایک دم کوئی کارروائی نہ کرلی جائے؟ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ خود ساختہ پسپائی اختیار کرکے اپنے دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دینا، پھر ایک دم کارروائی کرکے دشمن کو زک پہنچانا جنگی حکمت عملی کا حصہ ہو سکتا ہے۔

بہر حال ان تمام اندیشوں اور خطروں کے باوجود قیامِ امن کے لئے ان علاقوں میں نظام عدل کا معاہدہ نہایت خوش آئند ہے، لہٰذا فریقین کو اس کی پابندی کرتے ہوئے ملک و قوم اور دین و مذہب کے دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملا دینا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب مسلمان ایک شخص واحد (کے مختلف اعضاء) کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ دکھے تو اس کا سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے اور اسی طرح اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم)

پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہمدرد وغمگسار

زیبا شاہد، کینیڈا

شخصیت خواہ مختلف مذاہب کے پیشواؤں اور رہنماؤں کی ہو، مفکر و مدبر کی ہو، موجد و محقق کی ہو، اساتذہ و والدین کی ہو، عوامی رہبر و راہنما کی ہو یا منفی کردار کے حامل شخصیت کی ہو، ان تمام نوعیت کی شخصیتوں پر گہری اور باریک بین نظر ڈالیں تو ہر شخصیت زیادہ نہیں تو کم از کم دو پہلو ضرور رکھتی ہے، ایک وہ جو اس کی اپنی نجی اور گھریلو زندگی سے متعلق ہوتی ہے جو عوام الناس سے مخفی ہوتی ہے اور دوسری عوامی اور دفتری جس سے گھر والے لاعلم رہتے ہیں۔

ابتدائے نوع انسانی سے آج تک جس شہرہ آفاق شخصیت پر نظر ڈالئے اس کی زندگی میں متذکرہ بالا دونوں ہی پہلو ملیں گے۔ الا یہ کہ جنہیں نیابت و رسالت کی الہامی ذمہ داریاں تفویض ہوئیں، جو اپنے قبیلہ اور قوم تک محدود رہے، مگر انہیں میں ایک شخصیت ایسی بھی آئی جس کی نجی اور عوامی زندگی علیحدہ نہیں تھی بلکہ زندگی کے دونوں پہلو یک رنگ ہر خاص و عام یعنی اپنے قبیلے و قوم کے لئے بھی اور تمام عالم کے ہر مذہب و ملت اور فکر و عقیدہ والوں کے لئے یکساں تھی۔

یہ شخصیت جہالت کے گھور اندھیرے میں روشنی بن کر آئی اور کفر و شرک اور جہالت و بے راہ روی کے ظلمات کو مٹاتی چلی گئی، روشنی پھیلاتی چلی گئی اور تاریکی عالم کو ایسا بقعۂ نور بناتی چلی گئی کہ اس کی ضوفشانیاں آج بھی دیدۂ بینا اور عقل سلیمہ کو خیرہ کرتی رہتی ہیں اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی و رہبری کرتی رہتی ہیں۔ یہی وہ شخصیت تھی جس کی پیشینگوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو تعمیر کعبۃ اللہ کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی موجودگی میں یہ دعا بھی فرمائی تھی کہ:

"اے ہمارے رب! اور بھیجئے انہیں میں سے ان کے اندر ایک رسول جو تیری آیات پڑھ کر انہیں سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے، بے شک تو غالب اور حکیم ہے۔" (البقرہ)

اسی دعا ابراہیم علیہ السلام کی روشنی میں دیکھئے

> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو فصاحت و بلاغت کے ساتھ جامع اور بامحاورہ بھی ہوتی، اندازِ تکلم علاقائی لوگوں کی ہی طرح انہیں کے رائج محاوروں اور لہجہ کے اتار چڑھاؤ کے انداز میں ہوتا

کہ سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ کو: "الملک، القدس، العزیز، الحکیم" کے الفاظ سے متعارف فرمایا گیا ہے اور "الملک" ہے، یعنی بادشاہ ہے ساری کائنات کا، مختار کل ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا بادشاہ نہیں ہے اور نہ اس بادشاہ حقیقی کا کوئی معاون و مددگار، بندوں کے شکر کا اس کے سوا کوئی دوسرا حقدار نہیں، وہ "القدس" بھی ہے پاک اور بے عیب، ہر نقص سے مبرا۔ ان اوصاف کے ساتھ وہ "العزیز" اور "الحکیم" بھی، یعنی غالب بھی ہے اور اقتدار و حکمت والا بھی جس میں اس کا کوئی سہیم نہیں اور نہ ثانی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ الٰہیہ میں مقبول دعا کی بنا پر بنی اسماعیل قبیلے کے لئے بعثت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اُسی قبیلہ کے "رسول اُمّی" کو بخشی کہ آپ قبیلے کے اُمیوں کو جہالت و پسماندگی کے بحر ظلمات میں بسر کرتی ہوئی زندگی سے نجات دلائیں اور عقل و فراست، حکمت و بصیرت اور فہم و ادراک جو باری تعالیٰ نے وحی فرمایا ہے، لوگوں کو سنائیں اور انہیں متعارف کرائیں اور پاک و منزہ زندگی کی راہ پر صالح عقیدہ و ایمان کی نعمتوں کے ساتھ گامزن فرمائیں۔

بعثت عام تمام خلق خدا کی طرف ہوئی، اس کی انجام دہی کے لئے اللہ نے رسول کی امت کو "شهداء الله في الارض" ... زمین پر اللہ کی گواہی دینے والے کی حیثیت پر سرفراز فرمایا... ان ہی رسول کے امتیوں کو تا قیامت اس ذمہ داری پر مامور کیا گیا کہ اللہ کی اپنے رسول پر وحی کی گئی کتاب الحکمت کی تمام حکمت و شریعت، دانش و بصیرت اور فہم و فراست کی تمام عالم کو تدریس و تعلیم دیں اور اس کی تبلیغ تادم آخر کرتے رہیں۔

امیوں میں آتے ہوئے اس رسول خدا کو اللہ کی عنایت سے اسی خطے کے تقریباً تمام رائج الوقت زبانوں میں تکلم پر عبور تھا، آپ کی گفتگو

فصاحت و بلاغت کے ساتھ جامع اور بامحاورہ بھی ہوتی، انداز تکلم علاقائی لوگوں کی ہی طرح انہیں کے رائج محاوروں اور لہجہ کے اتار چڑھاؤ کے انداز میں ہوتا، آپ کی گفتگو بدوؤں کے وفد سے ان کے انداز تخاطب کا رنگ لئے ہوتی، اسی طرح شہر کے تعلیم یافتہ اور مہذب وفد کے ساتھ ان ہی کے انداز میں شستہ و مہذب اور نستعلیق انداز میں گفتگو ہوتی۔

آپ کی فصاحت و بلاغت اور جملوں میں معنی کی گیرائی اور گہرائی کے آپؐ کے دشمن بھی اس حد تک معترف تھے کہ کلام اللہ کی وحی کردہ مسجع آیات کو یہ کہہ کر اس کی الہامی حیثیت اور حقیقت کے خلاف منفی تشہیر کرتے کہ یہ باتیں جن کی تبلیغ حضور اقدسؐ یہ کہہ کر فرمارہے ہیں کہ یہ باتیں اللہ کی جانب سے روح القدس کے توسط سے آپ پر وحی ہوئی ہیں یہ دراصل آپؐ ہی کی خود ساختہ باتیں ہیں، اللہ نے کوئی وحی نازل نہیں کی ہے، سننے والے غیر مسلم اس بات پر یقین کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتے۔ (سورۃ الحاقہ)

یہی منکرین حق آپ کو صادق اور امین بھی کہتے، ترمذی میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپؐ سے کہا کہ: ”ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے البتہ آپؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں۔“ اس بات کی تصدیق کلام پاک سے ہوئی کہ: ”یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔“ ایک روایت ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ: ”کیا اس نبیؐ نے جو باتیں کہی ہیں اس کے کہنے سے پہلے تم لوگ ان پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: نہیں!

اگر آپ غزوات پر نظر ڈالیں تو آپؐ سے بڑھ کر شجاع، دلیر و بہادر اور جنگی حکمت عملی کا ماہر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا، ہر رَن میں آپؐ ہی ہمیشہ ممتاز مقام پر رہے، دشمنوں سے قریب آپؐ سے زیادہ کوئی دوسرا نہیں ہوتا، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ: ”جب زوروں کا رَن اور جنگ کے شعلے ہر طرف بھڑک اٹھتے تو ہم رسول اللہ کی آڑ لیا کرتے۔“ ہر خطرے پر آپ پیش پیش ہوتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ایک رات اہل مدینہ کو ایک جانب سے شور سنائی دیا تو لوگوں کو دشمن کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا، لوگ اٹھ کر شور کی جانب چل پڑے تو راستہ ہی میں رسول اکرمؐ بغیر زین کے گھوڑے پر سوار واپس آتے ہوئے ملے اور لوگوں سے فرمایا: ڈرو نہیں، مطلب یہ کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔

آپ ﷺ مسکینوں، فقراء و غرباء کی مدد فرماتے۔ ان کی دعوتیں قبول فرماتے، بیماری میں ان کی عیادت فرماتے اور ان کی ہر طرح سے معاونت و مدد بھی فرماتے

حلم و بردباری، قوت برداشت، درگزر کرنا، مشکلات پر صبر کرنا، تکبر و احساس برتری سے دوری جیسے اوصاف کے ساتھ بھی آپ کی تربیت کا انتظام اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغیر کسی امتیاز و تفاخر کے رہتے اور انہیں بھی اپنے سامنے دست بستہ رہنے سے منع فرماتے۔ مسکینوں، فقراء و غرباء کی مدد فرماتے۔ ان کی دعوتیں قبول فرماتے، بیماری میں ان کی عیادت فرماتے اور ان کی ہر طرح سے معاونت و مدد بھی فرماتے۔ حضرت جابرؓ سے ایک روایت منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کسی نے کچھ مانگا ہو تو آپؐ نے کبھی ”نہیں“ نہیں کہا۔ اسی طرح آپؐ نے کبھی معذور و محتاج اور صحت مند و آسودہ حال کی خدمت میں کوئی تفریق نہیں برتا۔ روایت میں ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں ایک ذہنی پسماندہ لڑکی اکثر گھومتی نظر آتی تھی، ایک دن حضور صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ وہ لڑکی آ گئی اور آپؐ سے مخاطب ہوئی کہ: کیا آپؐ میرا ایک کام کردیں گے، صاحب کونینؐ نے فرمایا: ہاں، کہو کیا کام ہے؟ لڑکی نے کہا: آپؐ میرے ساتھ آیئے، رسول اللہ نے دریافت فرمایا کہ: تم مجھے کہاں لے جانا چاہتی ہو؟ لڑکی نے جواب دیا: فلاں گلی تک، پھر میں آپ کو بتاؤں گی کہ میرا کیا کام ہے، نبی اکرمؐ نے ارشاد کیا: اچھا چلو، میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور آپؐ اس کے ساتھ چل دیئے، لڑکی آپؐ کے ساتھ گلیوں میں چلتی رہی اور خود کلامی کرتی رہی، ایک گلی میں ایک جگہ رک گئی پھر بیٹھ گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا آپ بھی بیٹھ جائیں، چنانچہ آپ بھی بیٹھ گئے، پھر وہاں سے وہ لڑکی چل دی، حضورؐ واپس تشریف لے آئے، آپؐ کی پاگل لڑکی کی دل جوئی دیکھ کر لوگوں کو بہت حیرت ہوئی، مگر سب جانتے تھے کہ آپؐ پوری امت کے ہمدرد و غمگسار بھی ہیں، ایک روز آپؐ مدینہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نابینا عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی وہاں پر موجود لوگ ہنسنے لگے مگر حضور کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے، فوراً آگے بڑھے اور اس خاتون کو اٹھایا اور انہیں ساتھ لے کر ان کے گھر پہنچایا، اس کے بعد آپؐ روزانہ ان کے گھر کھانا لے جایا کرتے تھے۔

آپؐ جب بھی کسی کو کسی مشکل میں دیکھتے تو بلا امتیاز اس کی مدد ضرور فرماتے، ایک عورت ایک دن مکہ کی گلی میں اپنے سر پر بوجھ اٹھائے گزر رہی تھی بوجھ اس کی بساط سے زیادہ وزنی تھا، اس لئے اسے چلنے میں مشکل ہو رہی تھی، وہاں موجود لوگ اور راہ گیر

اس پر فس رہے تھے، آپؐ نے بھی اس کی پریشانی کو دیکھا تو فوراً آگے بڑھے اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کی منزل تک پہنچا دیا۔

میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام کسر نفسی کے باوجود آپ کا رعب و دبدبہ، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک پہنچتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر کسی جگہ پر آپ کی موجودگی کا رعب اس علاقہ کے اطراف میں اتنے طول وعرض تک ہوتا جتنا فاصلہ کوئی شخص ایک ماہ کے سفر کے بعد طے کرتا ہو، اس لئے عوامی سطح پر نشست و برخاست کے ساتھ آپؐ عوام الناس کے ساتھ قرب اور بے تکلفی کے لئے ہنسی اور مزاح بھی فرماتے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حاضرین وصحابہ کرامؓ کو آپ کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے قریب اور پاس آنا اور رہنا ناممکن ہوجاتا اور تدریس وتبلیغ کے مواقع محدود اور مسدود ہوکر رہ جاتے اور پھر نتیجتاً آپ کی اتباع میں آپ کی بعثت عام کے حوالے سے جو حضرات دین کی تبلیغ کے لئے برسر پیکار ہیں وہ بھی اتباع رسول میں اپنے مخاطبین سے بے تکلف ہونے میں اور تفریح ومزاح سے قصداً گریز کرتے جس سے دین کی تبلیغ وتوسیع میں مشکلات حائل ہوجاتیں، ایک مشہور محدث حضرت سفیان بن عیینہ سے کسی نے کہا کہ: ''مذاق بھی ایک آفت ہے'' انہوں نے جواباً فرمایا کہ: ''... بلکہ سنت ہے، مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کرسکتا ہو۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح اور دل لگی ثابت بھی ہے اور اس کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپؐ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ: ''ہاں، ہاں! مگر کبھی غلط بات نہیں کہتا'' ترمذی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مزاح کی ممانعت ہوئی ہے، مگر حضرت امام نوویؒ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی کہ: ''مزاح جو کسی کے لئے باعث تکلیف یا کسی مسلم کے لئے ایذا رسانی کا سبب ہے یا اللہ کے ذکر وفکر سے روک دے یا کسی کے وقار و احترام کو مجروح کردے، یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جوان سب سے خالی ہو اور دوسروں کے لئے بھی وجہ انبساط و دلداری ہو مستحب ہے۔'' چنانچہ شاہ کونینؐ نے جب بھی مذاق فرمایا وہ قطعی اور خالصتاً تفریح طبع کے لئے ہوتا، مثلاً جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ: سواری کے لئے کوئی جانور مجھے عنایت فرمائیں، حضورؐ نے فرمایا کہ: ایک اونٹ کا بچہ تم کو دیں گے، سائل نے عرض کیا: بچہ میں کیا کروں گا؟ مجھے تو سواری کے لئے چاہئے؟ نبی آخر الزماںؐ نے فرمایا: ''ہر ایک اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔''

مزید حضرت انسؓ نے فرمایا کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً ''یا ذا الاذنین'' کہہ کر مخاطب فرمایا یعنی اے دو کان والے۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمادیجئے کہ: ''حضرت تعالیٰ جل شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے'' حضورؐ نے جواباً فرمایا کہ: ''جنت میں بوڑھی عورتیں داخل نہیں ہوں گی'' یہ سن کر وہ عورت روتی ہوئی واپس ہونے لگی تو آپؐ نے فرمایا کہ: ان سے کہہ دو کہ جنت میں کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ کے قول کے مطابق: ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہی ہیں، یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں۔

آپؐ کے متذکرہ بالا انداز تفنن پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن اصحابؓ سے مزاح فرمایا وہ حقیقتاً ان کے سوال کا واضح جواب تھا مگر انداز پر مزاح تھا۔

آپ اصحابؓ سے بہ انداز دیگر بھی بلا کسی امتیاز وتکلف کے تفریح فرمالیتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ بدوی شخص حضرت زاہرؓ بن حرام جب بھی

خادم علماء حق: حاجی الیاس غنی عنہ

علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش

علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جزائی نہیں لی جائے گی مزید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں

ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں

سنارا جیولرز

صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر2- سیل: 0321-2984249-0323-2371839

اپنے گاؤں سے حضور پُرنور کی خدمت عالیہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو ہدیہ کے طور پر گاؤں کی سبزی ترکاری وغیرہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش فرماتے اور جب واپس جانے کا قصد فرماتے تو حضورؐ شہر کی چیزیں عموماً اشیاء خورد ونوش تحفتاً عطا فرماتے۔ زاہرؓ بن حرام کو آپؐ سے بے پناہ محبت تھی اور اسی طرح آپ کو بھی زاہرؓ بے حد عزیز تھے، ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ: زاہرؓ ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں، زاہرؓ ایک دن اپنا کچھ سامان شہر (مدینہ منورہ) لاکر فروخت کر رہے تھے، آپ کی نظر ان پر پڑی تو آپؐ نے خاموشی سے پیچھے سے آ کر انہیں اس طرح پکڑا کہ وہ رسول اللہ کو نہ دیکھ سکے تو زاہرؓ نے کہا کہ: کون ہو؟ مجھے چھوڑو، مگر جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضورؐ کو پہچان لیا تو خاموشی سے احتیاط کے ساتھ مزید پیچھے ہوکر حضور اقدس کے سینہ مبارک سے لگ گئے اور لگے رہے، اس لئے کہ آپؐ کے جسم اطہر کے لمس کی نعمت لازوال اور سکینت بیکراں سے زیادہ دیر تک فیضیاب ہوسکیں، انہیں اسی طرح پکڑے ہوئے آپؐ نے فرمایا: کون شخص ہے، جو اس غلام کو خریدے؟ یہ سن کر زاہرؓ نے عرض کیا کہ: حضورؐ! اگر آپ مجھے فروخت فرمائیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے، کیونکہ یہ خوش شکل نہیں تھے بلکہ کسی قدر بدشکل تھے، اسی بات پر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ: نہیں! اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو، یا شاید یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو، حضورؐ کا خاموشی سے پیچھے سے آکر اس طرح انہیں پکڑنا کہ مڑکر دیکھ نہ سکیں کہ کس نے پکڑا ہے، یہ مذاق ہی تھا اور ساتھ ہی یہ فرمانا کہ: ''اس غلام کو...'' یہ بے تکلفی بھی حضرت زاہرؓ سے مذاق ہی تھا، کیونکہ حضرت زاہرؓ غلام نہیں تھے بلکہ اسیر محبت وعقیدت رسول تھے۔

آپؐ بڑوں کے علاوہ بچوں سے بھی اسی طرح خوش خلقی اور خوش طبعی کے ساتھ پیش آتے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کو ایک روز نبی کریمؐ نے بہت اداس بیٹھا ہوا دیکھا تو ان سے فرمایا کہ: اے ابوعمیر! نغیر نے کیا کیا؟ (نغیر ایک پرندہ کا نام ہے، جسے ہم لال کہتے ہیں) ان کا پالتو پرندہ ان کے قریب ہی مردہ پڑا تھا، حضورؐ نے انہیں مغموم اور اداس دیکھ کر چھیڑنے کی غرض سے یہ جملہ ادا فرمایا کہ مزاج کی پژمردگی ختم نہیں تو کم ہی ہوجائے۔

اسی طرح ایک مرتبہ چند اصحابؓ کے ساتھ جہاں حضرت علیؓ (جبکہ کم سن ہی تھے) بھی موجود تھے، آپ تشریف فرما تھے، ایک صحابیؓ کچھ کھجور لے کر وہاں تشریف لائے اور وہ کھجوریں آپؐ کی خدمت میں پیش کیں، آپؐ نے تمام اصحاب کو کھجور کھانے کی دعوت دی، حضورؐ کھجور کھاتے اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھتے جاتے جہاں حضرت علیؓ خود رکھ رہے تھے۔ جب اصحابؓ نے دیکھا تو یہ حضرات بھی گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھنے لگے، جب کھجور کھا کر سب حضرات گرامی فارغ ہوئے تو رسول اللہ نے فرمایا: اچھا بھائیو! اب یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ کھجور کس نے کھائیں؟ اصحابؓ نے فوراً جواب دیا کہ: جس کے سامنے سب سے زیادہ گٹھلیاں ہیں، یہ سن کر حضرت علیؓ نے جواب میں فوراً فرمایا کہ: ''وہ جو گٹھلیوں سمیت کھجور کھا گئے۔'' اس لئے کہا کہ دوسروں کے سامنے گٹھلیاں نہیں تھیں۔

آپؐ کے حس مزاح کے بہت سے واقعات ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ سے منسوب ہیں اور معروف بھی ہیں۔

حضرت خارجہ بن زید کا بیان ہے کہ آپؐ ہر مجلس میں ہمیشہ صاحب وقار و افتخار رہتے، گفتگو کا لہجہ نرم مگر فیصلہ کن ہوتا، کسی کی بات ناگوار گزرتی تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے، اگر ہنسی کی بات ہوتی تو آپ کی ہنسی مسکراہٹ تک ہی رہتی، کبھی بلند آواز سے نہیں ہنستے، اسی لئے مجلس میں آپؐ کے اصحابؓ بھی احتراماً مسکراہٹ سے آگے نہیں بڑھتے، آپؐ اخلاق عالیہ کی انتہا تھے، اللہ نے سورۂ قلم کی آیت: ۴، میں فرمایا: ''اور بے شک آپؐ اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہیں۔''

اگر پیغمبر آخرالزماں کی حیات مبارکہ کے شب وروز کے معمولات کا مطالعہ کریں تو لاتعداد اوصاف حمیدہ آشکار ہوتے چلے جائیں گے اور اگر ان کی تفصیل میں جانا چاہیں تو ایک بحر بیکراں میں اترنے کے مصداق ہوگا، جہاں یہ تمنا ہوگی کہ: ''شاید کہ کنارہ مل جائے۔''

☆......☆......☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

دوسری قسط

نزولِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ

اسلامی اصول کی روشنی میں

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

بہرحال تصدیق رسول کا ایمان کے لئے ضروری ہونا اور تکذیب سے کفر کا لازم آنا یہ خود دین کی ضروریات میں داخل ہے' کتب کلامیہ اور کتب اصول فقہ میں یہ قواعد کلیہ مفصل مل جاتے ہیں' بطور نمونہ ہم اس سمندر سے چند قطرے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

۱-''ومن اعترف بکون شیٔ من الشرع ثم جحده کان منکراً للشرع وانکار جزء من الشرع کانکار کلہ'' (شرح التحریر:۳-۱۳)

ترجمہ:...''جو شخص یہ مانے کہ یہ چیز شریعت میں ہے' باوجود اس کے اس کا انکار کرے تو یہ کل شریعت کا انکار ہے۔''

۲-وصح الاجماع علی ان کل من جحد شیئاً صح عندنا بالاجماع ان رسول الله ﷺ اتی بہ فقد کفر او جحد شیئاً صح عنده بان النبی ﷺ قالہ فھو کافر۔'' (الملل لابن حزم ۳-۲۵۰،۲۵۶)

ترجمہ:...''اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے متعلق یہ اتفاق ہو کہ نبی کریم ﷺ فرما چکے ہیں اس کا انکار کفر ہے یا یہ مانتا ہو کہ آپ فرما چکے ہیں' باوجود اس کے نہ ماننے یہ کفر ہے۔''

۳-''من انکر الاخبار المتواترۃ فی الشریعۃ مثل حرمۃ لبس الحریر علی الرجال کفر۔''

(شرح فقہ اکبر لملا علی القاری)

ترجمہ:...''کسی شرعی حکم کی حدیث متواتر ہو اور اس سے انکار کیا جاوے تو کافر ہوگا جیسے ریشمی لباس مردوں کے لئے''۔

۴-''فصار منکر المتواتر ومخالفہ کافراً۔''

(اصول فخر الاسلام بحث السنۃ)

ترجمہ:...''متواتر کا انکار یا مخالفت دونوں کفر ہیں۔''

۵-''والصحیح ان کل قطعی من الشرع فھو ضروری۔''

(المحصول للرازی بحوالہ اکفار الملحدین ص:۶۷)

ترجمہ:...''دین میں جو چیز قطعیات کو پہنچ چکی ہو وہ ضروریات دین میں داخل ہے۔''

۶-''شروط القطع فی النقلیات التواتر الضروری فی النقل والتجلی الضروری فی المعنی۔'' (ایضاً ص:۶۹)

ترجمہ:...''شرعی امور جب تواتر سے ثابت ہوں اور معنی بھی واضح ہو' یہی قطعیت ہے۔''

۷-''وکل مالم یحتمل التاویل فی نفسہ وتواتر نقلہ ولم یتصور ان یقوم برھان علی خلافہ فمخالفتہ تکذیب محض۔''

(التفرقہ للغزالی ص:۱۳)

ترجمہ:...''جس چیز کی نقل متواتر ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اور کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو تو ایسی چیز کی مخالفت رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔''

۸-''بل انکار المتواتر عدم قبول اطاعۃ الشارع... ورد علی الشریعۃ وان لم یکذب وھو کفر بواح نفسہ۔'' (شرح الاشباہ للحموی رد المختار' طحطاوی بحوالہ اکفار الملحدین)

ترجمہ:...''بلکہ حقیقت میں تو متواتر کا انکار شارع علیہ الصلاۃ والسلام کی عدم اطاعت ہے اور شریعت اسلام کا رد ہے جو خود کھلا ہوا کفر ہے' اگرچہ تکذیب نہ کرے۔''

۹-''ومن انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا الہ الا اللہ۔''

(السیر الکبیر للامام محمد بحوالہ اکفار الملحدین)

ترجمہ:..."شریعت اسلامیہ کی کسی چیز سے انکار کرنا کلیۃ اسلام سے انکار کرنا ہے۔"

۱۰-"فلا خلاف بین المسلمین ان الرجل لو اظہر انکار الواجبات الظاہرۃ المتواترۃ ونحو ذلک فانہ یستتاب فان تاب والا قتل کافرا مرتدا اھ"

(شرح عقیدہ طحاویہ مطبوعہ مجازص:۲۳۶)

ترجمہ:..."امت مسلمہ میں کوئی خلاف اس بارے میں نہیں کہ جو کوئی متواترات سے انکار کرے' چاہے اس کا کرنا فرض ہو یا ترک حرام ہو اس سے توبہ نہ کرے تو کافر ہے اور واجب القتل ہے۔"

۱۱-"لایکفر اہل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او اجمع علیہ کاستحلال المحرمات (المواقف) ومثلہ فی العضدیہ۔"

ترجمہ:..."اہل قبلہ کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک ضروریات دین کا یا کسی ایسی چیز کا جس پر اجماع منعقد ہو' انکار نہ کرے' مثلاً حرام کو حلال سمجھنا۔"

۱۲-وکذلک یقطع بتکفیر من کذب او انکر قاعدۃ من قواعد الشریعۃ وما عرف یقینا بالنقل المتواتر من فعل رسول ﷺ۔"

ترجمہ:..."جو شخص تکذیب کرے یا کلیات شریعت میں سے کسی قاعدہ سے انکار کرے یا جو چیز نبی کریم سے متواتر ثابت ہے اس سے انکار کرے' اس کی تکفیر قطعی ویقینی ہے۔"

۱۳-"وخرق الاجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین کفر۔"

(کلیات ابی البقاء بحوالہ اکفار الملحدین)

ترجمہ:..."قطعی اجماع جو ضروریات دین میں داخل ہے، اس کا خلاف کرنا کفر ہے۔"

۴-ضروریات دین کی مثال میں علماء امت اپنی اپنی کتابوں میں دو چار مثالیں ذکر کردیتے ہیں ناظرین کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ ضروریات دین بس یہی ہیں' آگے سلسلہ ختم ہوگیا' یہ چیز جے پوری صاحب کو بھی پیش آرہی ہے' حالانکہ ان اکابر کا مقصود محض مثال پیش کرنا ہے' نہ استقصاء نہ حصر' نہ تخصیص۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ذیل میں ہم ان مثالوں کو ایک جگہ جمع کردیتے ہیں جو سرسری محنت سے مل سکیں تاکہ اس مختصر فہرست سے خود بخود یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ مقصود تمثیل تھی' نہ پوری فہرست' کتب فقہ' اصول فقہ' کتب کلام اصول حدیث میں ذیل کی مثالیں ملتی ہیں۔

اثبات علم الٰہی' قدرت محیط' ارادہ کاملہ' صفت کلام' قرآن کریم' قدم قرآن' قدم صفات باری' حدوث عالم' حشر اجساد' عذاب قبر' جزاء وسزا' رویت باری قیامت میں' شفاعت کبریٰ' حوض کوثر' وجود ملائکہ' وجود کراماً کاتبین' ختم نبوت' نبوت کا وہبی ہونا' مہاجرین وانصار کی اہانت کا عدم جواز' اہل بیت کی محبت' خلافت شیخین' پانچ نمازیں' فرض رکعات کی تعداد' تعداد سجدات' رمضان کے روزے' زکوٰۃ' مقادیر زکوٰۃ' حج' وقوف عرفات' تعداد طواف' جہاد' نماز میں استقبال کعبہ' جمعہ' جماعت' اذان' عیدین' جواز مسح خفین' عدم جواز سب رسول' عدم جواز سب شیخین' انکار جسم' انکار حلول اللہ' عدم استحلال محرمات' رجم زانی' محض حرمت لبس حریر (ریشم پہننا) جواز بیع' غسل جنابت' تحریم نکاح امہات' تحریم نکاح بنات' تحریم نکاح ذوی المحارم' حرمت خمر' حرمت قمار' اس وقت یہ اکیاون مثالیں پیش کی گئی ہیں' اب تو خیال مبارک میں آگیا ہوگا کہ بعض وہ امور جس کی طرف التفات بھی نہ ہوگا وہ بھی ضروریات دین میں داخل ہیں۔

اب ہم اس بحث کے آخر میں محقق ہند حضرت عبدالعزیزؒ صاحب کی عبارت کا اقتباس پیش کرتے ہیں' پوری عبارت اکفار الملحدین میں منقول ہے' اس سے انشاء اللہ یہ بات بالکل بدیہی ہوجائے گی کہ ضروریات دین کے لئے ضابطہ کلیہ کیا ہے اور جو چیزیں بطور تمثیل پیش کی جاتی ہیں ان کا دائرہ صرف تمثیل ہی کی حد تک محدود ہے' فرماتے ہیں:

"ضروریات الدین منحصرۃ عندہم فی ثلاثۃ: مدلول الکتاب بشرط ان یکون نصا صریحا لایمکن تاویلہ کتحریم البنات والامہات' ومدلول السنۃ المتواترۃ لفظا او معنی' سواء کان من الاعتقادیات او من العملیات وسواء کان فرضا او نفلا.... والمجمع علیہ اجماعا قطعیا کخلافۃ الصدیق والفاروق ونحو ذلک ولاشبہۃ ان من انکر امثال ہذہ الامور لم یصح ایمانہ بالکتاب

والنبیین۔“

ترجمہ:....”ضروریات دین تین قسم کے ہیں: پہلی قسم یہ کہ تصریح نص قرآنی سے ثابت ہوں‘ جیسے ماں بیٹی سے نکاح کا حرام ہونا‘ دوسری قسم یہ کہ سنت متواترہ سے ثابت ہوں‘ تواتر خواہ لفظی ہو خواہ معنوی‘ عقائد میں ہو یا اعمال میں ہو‘ فرض ہو نفل ہو‘ تیسری قسم یہ ہے کہ اجماع قطعی سے ثابت ہوں جیسے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت وغیرہ۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کے امور سے اگر انکار کیا جائے تو اس شخص کا ایمان قرآن اور انبیاء پر صحیح نہیں ہے۔“

امام العصر محدث حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہؒ مزید توضیح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:

”ضروری کے معنی یہ ہیں کہ حضرت رسالتمآب ﷺ سے اس کا ثبوت ضروری ہو‘ دین سے ہونا یقینی ہو اور جو بھی اس کا شرعی مرتبہ ہو‘ اسی درجہ کا عقیدہ اس کا ضروری ہوگا‘ مثلاً نماز فرض ہے اور فرضیت کا عقیدہ بھی فرض ہے اور اس کا سیکھنا بھی فرض ہے اور انکار کفر ہے۔اسی طرح مسواک کرنا سنت ہے اور سنت ہونے کا عقیدہ فرض ہے اور سیکھنا سنت اور انکار کرنا کفر ہے اور عملاً ترک کر دینا باعث عتاب یا عقاب ہے۔“

اب امید ہے کہ اس تشریح سے ضروریات دین کی حقیقت واضح ہوگئی ہوگی‘ بات تو بہت لمبی ہوگئی لیکن توقع ہے کہ طالب حق کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگی اور آج کل جو عام طور سے ایمان و کفر کے قواعد یا مسائل میں عوام کو یا عالم نما جاہلوں کو شبہات وشکوک یا وساوس پیش آرہے ہیں ان کا بھی اس سے تصفیہ ہوجائے گا۔اس طولانی تمہید کے بعد ان ہی اصول مذکورہ کی روشنی میں ہم نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو پرکھتے ہیں‘ اگرچہ ہمارا اصلی مقصد تو پورا ہوگیا‘ اب طالب حق خود ہی ان اصول اسلامیہ اور قواعد مسلمہ کی روشنی میں تفتیش کرکے مزید ضروریات دین کا سراغ بھی لگا سکے گا لیکن تبرعاً چند مختصر گذارشات بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:”نزول مسیح علیہ السلام کے تین پہلو ہیں‘ قرآنی حیثیت اس کی کیا ہے؟ حدیثی مرتبہ کیا ہے؟ اور اجماع امت کا فیصلہ اس بارے میں کیا ہے؟ تینوں امور واضح ہونے کے بعد خود بخود یہ چیز اظہر من الشمس ہوجائے گی کہ عقیدۂ نزول ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں۔

(جاری ہے)

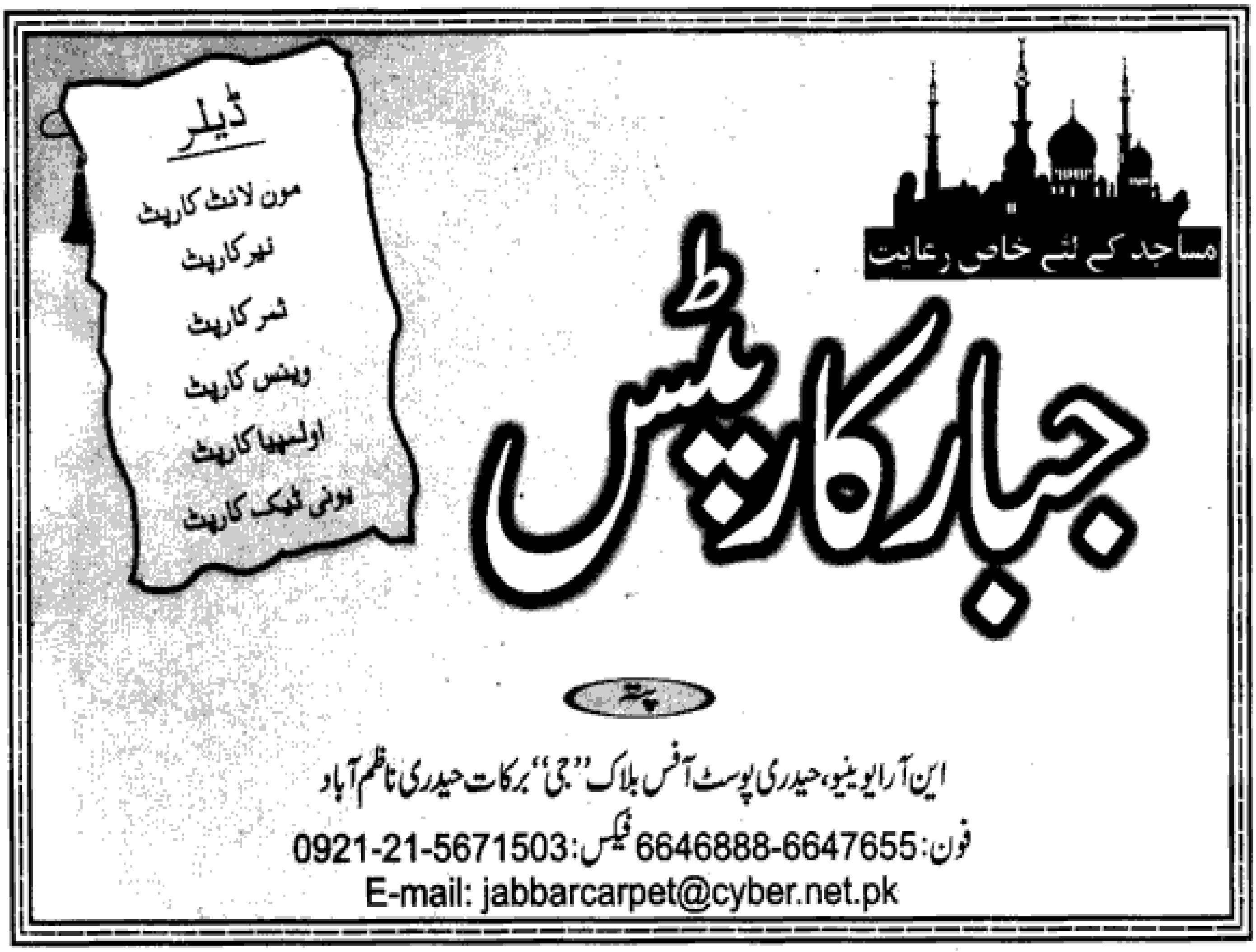

محمد حنیف الاسدی

کوئی انؐ کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی کہہ دیا، نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت؟ کوئی ایسا نور ہمہ جہت؟
کوئی مصطفیٰ، کوئی مجتبیٰ؟ نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

بجز انؐ کے رحمت ہر زماں، کوئی اور ہو تو بتایئے!
نہیں، انؐ سے پہلے کوئی نہ تھا، نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

کسی ایسی ذات کا نام لو جو امیں بھی ہو، جو اماں بھی ہو
ہے مرے یقین کا فیصلہ، نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

یہ نگارِ خانہ روز و شب، اسی مبتدا کی خبر ہے سب
مگر ایسا جلوۂ حق نما، نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں!

یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گناہگاروں کا آسرا
تو رواں رواں یہ پکار اٹھا، نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

وہ قدم اٹھے تو بیک قدم، ہمہ کائنات تھی زیرِ پا
یہ بلندیاں کوئی چھو سکا؟ نہیں! انؐ کے بعد کوئی نہیں

گلہائے عقیدت

ذکی کیفی

وہ آئے ہیں جہاں میں رحمۃ للعالمینؐ ہو کر
پناہ بیکساں بن کر، شفیع المذنبینؐ ہو کر

خرد کیا کر سکے گی رفعتوں کا ان کی اندازہ
فلک بھی رہ گیا جن کے لئے فرشِ زمیں ہو کر

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

ضعیف و بے نوا سمجھا تھا جن کو اہلِ نخوت نے
جہاں پر چھا گئے وہ سرورِ دنیا و دیں ہو کر

ہزاروں بار اس پر عشرتِ کونین صدقے ہو
غمِ عشقِ نبی رہ جائے جس دل میں مکیں ہو کر

نگاہِ اولیں کیفیؔ کی جب روضہ پہ ہو یا رب
تمنا ہے کہ رہ جائے نگاہِ واپسیں ہو کر

ماہر القادری

رسول مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰؐ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

جبین و رخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کہ شمس الضحیٰ کہیے کہ بدرالدجیٰ کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صل علیٰ کہیے

مرے سرکارؐ کے نقشِ قدم شمعِ ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوۂ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیے

گلہائے عقیدت

سید انوار ظہوری

اس نعمت عظیم سے خالی زمانہ تھا
اک آخری نبیؐ کا سوالی زمانہ تھا
اللہ کی رضا تھی، سبھی انبیاؑ کے بعد
آئے نہ کوئی اور نبی مصطفیٰؐ کے بعد
جب کل صفات جمع ہوئیں ایک ذات میں
ختم الرسلؐ کو بھیج دیا کائنات میں
کردار میں فرید وہ اخلاق میں وحید
اب دوسرے نبی کی ضرورت نہ تھی مزید
نورِ مبیں جریدۂ سیرت کا ہر سبق
ہے آخری کتاب الٰہی ورق! ورق!

احسان دانش

کعبۂ جاں قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونینؐ، شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے
ہر قدم اک مشرقِ نور و ضیاء کا سامنا
ہر نفس امکانِ معراجِ نظر پیدا ہوئے
جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے
عارفِ عرش و سما مرے بساطِ کائنات
خیر سے خیرالامم، خیرالبشر پیدا ہوئے
جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سینکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے
اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں آخری، پیغامبر پیدا ہوئے
حسن کو جس رنگ میں دیکھا تڑپ کر رہ گئے
اور یہ حالات دانشؔ عمر بھر پیدا ہوئے

سید حسین البلخی

نبی آتے رہے آخر میں نبیوں کے امام آئے
وہ دنیا میں خدا کا آخری لے کر پیام آئے

جھکانے آئے بندوں کی جبیں اللہ کے در پر
سکھانے آدمی کو آدمی کا احترام آئے

وہ آئے جب تو عظمت بڑھ گئی دنیا میں انساں کی
وہ آئے جب تو انساں کو فرشتوں کے سلام آئے

پر پرواز بخشے اس نے ایسے آدمیت کو
ملائک رہ گئے پیچھے کچھ ایسے بھی مقام آئے

خدا شاہد یہ ان کے فیضِ صحبت کا نتیجہ تھا
شہنشاہ گر پڑے قدموں میں جب ان کے غلام آئے

وہ آئے جب تو دنیا اس طرح سے جگمگا اٹھی
کہ خورشیدِ درخشاں جس طرح بالائے بام آئے

وہ ہیں بے شک بشر لیکن تشہد میں، اذانوں میں
جہاں دیکھو خدا کے نام کے بعد ان کا نام آئے

کیا جب بھی کسی کذاب نے دعویٰ نبوت کا
تو جھٹ میدان میں ختم نبوت کے غلام آئے

بروزِ حشر اٹھی جب نفسا نفسی کا سماں ہوگا
وہاں وہ کام آئیں گے جہاں کوئی نہ کام آئے

اسلام میں

دیگر اقوام اور اہلِ مذاہب کے ساتھ رواداری

یہ پروپیگنڈا بڑے زور وشور سے کیا جارہا ہے کہ اسلام اور اس کے ماننے والے دوسرے مذہب والوں کو برداشت کرنے کے روادار نہیں، یہ ایک گمراہ کن پروپیگنڈا ہے، اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں، یہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی عالمی سازش کا ایک حصہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام دین رحمت ہے، اس کا دامن محبت ورحمت ساری انسانیت کو محیط ہے، اسلام نے اپنے پیروکاروں کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ دیگر اقوام اور اہلِ مذاہب کے ساتھ مساوات، ہمدردی، غمخواری ورواداری کا معاملہ کریں اور اسلامی نظام حکومت میں ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی، بھید بھاؤ، امتیاز کا برتاؤ نہ کیا جائے۔ ان کی جان ومال، عزت وآبرو، اموال اور جائیداد اور انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ ارشاد قرآنی ہے:

"لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔" (الممتحنۃ:۸)

ترجمہ: "اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑے نہیں دین کے سلسلہ میں اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان کے ساتھ کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک، بے شک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ: مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ مسلمان نہ ہوئے اور مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش بھی نہیں رکھی نہ دین کے معاملہ میں ان سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنے، اس قسم کے غیر مسلموں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا، جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری

مولانا شوکت علی قاسمی بستوی

سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ اگر غیر مسلموں کی ایک قوم مسلمانوں سے برسرپیکار ہے تو تمام غیر مسلموں کو بلاتمیز ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کردیں ایسا کرنا حکمت وانصاف کے خلاف ہوگا۔ (حاشیہ: ترجمہ شیخ الہند ص:۷۲۹)

دیگر مذاہب والوں کے ساتھ تعاون اور عدم تعاون کا اسلامی اصول یہی ہے کہ ان کے ساتھ مشترک سماجی وملکی مسائل ومعاملات میں، جن میں شرعی نقطۂ نظر سے اشتراک وتعاون کرنے میں کوئی ممانعت نہ ہو ان میں ساتھ دینا چاہیے۔

دیگر مذاہب یا اقوام کے کچھ لوگ اگر مسلمانوں سے سخت عداوت اور دشمنی بھی رکھتے ہوں تب بھی اسلام نے ان کے ساتھ رواداری کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔" (سورۂ فصلت:۳۴)

ترجمہ: "بدی کا بدلہ نیکی سے دو پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔"

کفارِ مکہ کے ساتھ حسن سلوک

وہ کون سا ظلم تھا، جو کفار ومشرکین نے مکہ مکرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ روا نہ رکھا۔ آپ کو جادوگر، شاعر اور کاہن کہا گیا، آپ کو جسمانی اور ذہنی اذیتیں دی گئیں، آپؐ پر پتھروں اور سنگریزوں کی بارش کی گئی، آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ کا گلا گھونٹا گیا، نماز کی حالت میں آپ پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی گئی، آپؐ کے قتل کے منصوبے تیار کیے گئے، تین سال تک شعب ابی طالب میں آپ کو محصور رکھا گیا، جس میں ببول کے پتے کھاکر گزارا کرنے کی نوبت آئی، طائف میں آپ کو سخت اذیت پہنچائی گئی، لوگوں نے آپ کو گالیاں دیں اور اتنا زدوکوب کیا کہ آپؐ کے نعلین مبارک خون سے لبریز ہوگئے، آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا، آپؐ مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی سکون واطمینان سے رہنے نہیں دیا گیا، اور طرح طرح کی یورشیں، جاری رکھی گئیں، یہودیوں کے ساتھ مل کر رحمت عالمؐ اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بند مہم چھیڑ دی گئی، فتح مکہ کے موقع پر کفار مکہ کو موت اپنے سامنے نظر آرہی تھی ان کو خطرہ تھا کہ آج ان کی ایذارسانیوں کا انتقام لیا جائے گا، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرکے

فرمایا: اے قریشیو! تم کو کیا توقع ہے اس وقت میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اچھی ہی امید رکھتے ہیں، آپ کریم النفس اور شریف بھائی ہیں اور کریم اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔'' (زادالمعاد ج:۱/۴۲۴)

کیا انسانی تاریخ اس رحم و کرم کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک

یہودیوں کے مختلف قبائل مدینہ میں آباد تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرما جانے کے بعد، ابتداء یہود غیر جانبدار اور خاموش رہے لیکن اس کے بعد وہ اسلام اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تئیں اپنی عداوت اور معاندانہ رویہ زیادہ دنوں تک نہ چھپا سکے۔ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی خفیہ سازشیں کیں، بغاوت کے منصوبے بنائے، آپؐ کے کھانے میں زہر ملایا آپ کو شہید کرنے کی تدبیریں سوچیں، اسلام اور مسلمانوں کو زک پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، اس کی ایک وجہ یہودیوں میں حسد، تنگ دلی اور جمود و تعصب کا پایا جانا تھا۔ دوسرے ان کے عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ اور گندی سرشت تھی، لیکن قربان جایئے رحمتِ عالمؐ پر کہ آپؐ نے ان کے ساتھ نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سرکار دو عالمؐ نے یہودیوں کے ساتھ ایک اہم معاہدہ کیا تاکہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہوں، اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں اور مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کریں، معاہدہ کی چند دفعات یہ تھیں:

۱:...... تمام یہودیوں کو شہریت کے وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اسلام سے پہلے انہیں حاصل تھے۔

۲:...... مسلمان تمام لوگوں سے دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۳:...... اگر کوئی مسلمان کسی یثرب والے کے ہاتھ مارا جائے تو بہ شرط منظوری ورثاء قاتل سے خون بہا لیا جائے گا۔

۴:...... باشندگان مدینہ میں سے جو شخص کسی سنگین جرم کا مرتکب ہو اس کے اہل و عیال سے اس کی سزا کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

۵:...... موقع پیش آنے پر یہودی مسلمانوں کی مدد کریں گے اور مسلمان یہودیوں کی۔

۶:...... حلیفوں میں سے کوئی فریق اپنے حلیف کے ساتھ دروغ گوئی نہیں کرے گا۔

۷:...... مظلوموں اور ستم رسیدہ شخص کی خواہ کسی قوم سے ہو، مدد کی جائے گی۔

۸:...... یہود پر جو بیرونی دشمن حملہ آور ہوگا تو مسلمانوں پر ان کی امداد لازمی ہوگی۔

۹:...... یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

۱۰:...... مسلمانوں میں سے جو شخص ظلم یا زیادتی کرے گا تو مسلمان اسے سزا دیں گے۔

۱۱:...... بنی عوف کے یہودی مسلمانوں میں ہی شمار ہوں گے۔

۱۲:...... یہودیوں اور مسلمانوں میں جس وقت کوئی قضیہ پیش آئے گا تو اس کا فیصلہ رسول اللہ کریں گے۔

۱۳:...... یہ عہد نامہ کبھی کسی ظالم یا خاطی کی جانب داری نہیں کرے گا۔

(سیرۃ ابن ہشام ص:۵۰۱ تا ۵۰۴)

آپ نے ملاحظہ فرمایا: اس معاہدے میں کس فیاضی اور انصاف کے ساتھ یہودیوں کو مساویانہ حقوق دیئے گئے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ اس معاہدے کے مطابق یہودیوں کے ساتھ برتاؤ کرتے رہے لیکن یہودیوں نے اس معاہدے کی پاس داری نہیں کی، مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کی مدد کی اور اسلام اور مسلمانوں کے ہمیشہ درپے آزار رہے۔

عیسائیوں کے ساتھ حسن سلوک

عیسائیوں کے ساتھ بھی سرور عالمؐ نے مثالی رواداری برتی، مکہ مکرمہ اور یمن کے درمیان واقع ''نجران'' کا ایک موقر وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا انہوں نے سرکار دو عالم کے ساتھ مذہبی معاملات میں گفتگو کی عیسائیوں کے ساتھ اس موقع پر ایک تاریخی معاہدہ ہوا، جس میں عیسائیوں کو مختلف حقوق دینے پر اتفاق کیا گیا ہے، معاہدہ کی دفعات درج ذیل ہیں:

(۱) ان کی جان محفوظ رہے گی، (۲) ان کی زمین جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضے میں رہے گا، (۳) ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدیدار اپنے عہدے پر برقرار رہیں گے، (۴) صلیبوں اور عورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا، (۵) ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا، (۶) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی، (۷) اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا، (۸) ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی، (۹) ان کے معاملات اور مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا، (۱۰) ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا، (۱۱) سود خوری کی اجازت نہ ہوگی، (۱۲) کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلے میں نہ پکڑا جائے گا، (۱۳) اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔ (دین رحمت، ص:۲۳۹، بحوالہ فتوح البلدان بلاذری)

مذکورہ بالا جو حقوق اسلام نے دیگر اقوام اور رعایا کو عطا کئے ہیں، ان سے زیادہ حقوق تو کوئی اپنی حکومت بھی نہیں دے سکتی۔ جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہیں، اس کے متعلق اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ اللہ و رسول کی پناہ میں ہیں، اسی لئے ان کو ذمی کہا جاتا ہے، اسلامی قانون یہ ہے کہ جو غیر مسلم (ذمی) مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہیں، ان پر کوئی ظلم ہو تو اس کی مدافعت مسلمانوں پر ایسی ہی لازم ہے جیسی خود مسلمانوں پر ظلم ہو تو اس کا دفع کرنا ضروری ہے۔
(المبسوط للسرخسی:۱/۸۵)

منافقین کے ساتھ حسن سلوک

مدینہ منورہ میں ایک طبقہ ان مفاد پرستوں کا بھی پیدا ہو گیا تھا جو زبان سے ایمان لے آیا تھا، مگر دل ایمان و یقین سے یکسر خالی تھے، یہ لوگ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر بظاہر مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے، مسلمانوں کے تئیں سخت کینہ، بغض اور حسد رکھتے تھے، ان کا سربراہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا، یہ مدینہ کا بااثر آدمی تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے لوگ اس کو حکمران بنانے کی تیاری کر رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اس کی آرزو خاک میں مل گئی، اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود دل سے کافر ہی رہا، منافقین نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی تمام تر کوششیں کیں، نبی رحمتؐ کی شان میں گستاخیاں کیں، کافروں اور یہودیوں سے مل کر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے تیار کئے، ان سب شرارتوں اور عداوتوں کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے ان کے ساتھ بھی حسن اخلاق اور رواداری ہی کا معاملہ فرمایا، عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ بھی سرکار دو عالمؐ نے پڑھائی، ان کے لڑکے کی درخواست پر اپنا جبہ مبارک اس کے کفن کے لئے مرحمت فرمایا۔

اسلامی حکومت میں غیر مسلم رعایا (ذمیوں) کے حقوق

اسلام تمام افراد بشر اور طبقات انسانی کے لئے رحمت و رافت کا پیکر بن کر آیا تھا، اس لئے اس نے غیر مسلم اقوام اور رعایا کے ساتھ مثالی رحم و کرم، مساوات و ہمدردی اور رواداری کا معاملہ کیا ہے اور ان کو انسانی تاریخ میں پہلی بار وہ سماجی اور قومی حقوق عطا کئے جو کسی مذہب یا تمدن والوں نے دوسرے مذہب و تمدن والوں کو کبھی نہیں دیئے، جو غیر مسلم اسلامی ریاست میں قیام پذیر ہوں، اسلام نے ان کی جان، مال، عزت و آبرو اور مذہبی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی ہے اور حکمرانوں کو پابند کیا ہے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے مساوی سلوک کیا جائے، ان غیر مسلم رعایا (ذمیوں) کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی پناہ میں ہیں، اس بنا پر اسلامی قانون ہے کہ جو غیر مسلم، مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہیں، ان پر کوئی ظلم ہو تو اس کی مدافعت مسلمانوں پر ایسی ہی لازم ہے جیسی خود مسلمانوں پر ظلم ہو تو اس کا دفع کرنا ضروری ہے۔ (مبسوط سرخسیؒ:۱/۸۵)

اگر کوئی مسلمان ذمی پر ظلم کرتا ہے تو یہ مسلمان پر ظلم کرنے سے زیادہ سخت ہے۔
(درمختار مع رد المحتار:۵/۳۹۶)

جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہی حقوق ذمیوں کو بھی حاصل ہوں گے، نیز جو واجبات مسلمانوں پر ہیں، وہی واجبات ذمی پر بھی ہیں۔ ذمیوں کا خون مسلمانوں کے خون کی طرح محفوظ ہے اور ان کے مال ہمارے مال کی طرح محفوظ ہے۔
(ردمختار کتاب الجہاد)

اسلام نے طے کیا ہے کہ جو شخص اس غیر مسلم کو قتل کرے گا جس سے معاہدہ ہو چکا ہے وہ جنت کی بُو سے بھی محروم رہے گا، جب کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے۔ (ابن کثیر:۲/۲۸۹)

ذمیوں کے اموال اور املاک کی حفاظت بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامیؐ ہے:

”سنو! جو کسی معاہد (غیر مسلم) پر ظلم کرے یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا یا طاقت سے زیادہ اس کو مکلف کرے گا یا اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے دعویدار بنوں گا۔“ (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۵۴)

غیر مسلم رعایا کو اتنی آزادی حاصل تھی کہ ان کے تعلیمی ادارے آزاد ہوتے اور ان کے شخصی قوانین کے لئے عدالتیں بھی آزاد رہیں۔

ذمیوں کو جو حقوق اسلام میں عطا کئے گئے ہیں وہ معاہدۂ اہل نجران کے ضمن میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے سلسلہ میں اسلامی ہدایات

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفار مظالم کے پہاڑ توڑ رہے تھے، ان کا جینا دوبھر کر دیا تھا ہر طرح سے ان کو پریشان کیا جا رہا تھا، مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ چلے جانے کے بعد بھی سکون میسر نہ آیا اور کفار یہود اور منافقین کی مشترکہ سازشوں کا شکار رہے، مدینہ کو تخت و تاراج کرنے اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے ارادے سے ایک لشکر جرار نے مدینہ پر چڑھائی کر دی، اس انتہائی مجبوری کی حالت میں اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا کہ تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کی اجازت دی اور فرمایا: حکم ہوا ان

لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں، اس واسطہ کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ، جن کو نکالا گیا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں: ''ہمارا رب اللہ ہے۔'' (سورۂ حج:۳۹)

جہاد کی اجازت ظلم وستم کے مقابلہ کے لئے دی گئی اور برسر پیکار لوگوں کے سلسلہ میں بے نظیر رواداری اور حسن اخلاق کی تعلیم بھی دی گئی جو کسی بھی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی، چنانچہ اس سلسلہ میں ہدایات درج ذیل ہیں:

۱:...... جنگ میں خود پیش قدمی سے روکا۔ (بقرہ:۱۹۱)

۲:...... ظلم وزیادتی کی ممانعت کی۔ (بقرہ:۱۹۰)

۳:...... جنگ کی بس اس وقت تک اجازت دی جب تک فتنہ وفساد فرو نہ ہوجائے۔ (حج:۳۹)

۴:...... دشمن کے قاصدوں کو امن دیا۔ (ہدایہ ونہایہ:۳/۲۷)

۵:...... دشمن کی عورتوں، بچوں، معذوروں کو مارنے سے منع کیا۔ (تاریخ ابن خلدون:۲/۳۸۹)

۶:...... سرسبز کھیتوں اور پھل دار درختوں کے کاٹنے کی ممانعت فرمائی۔ (تاریخ ابن خلدون:۲/۳۸۹)

۷:...... عبادت گاہوں کو ڈھانے اور تارک الدنیا عابدوں اور مذہبی رہنماؤں کو قتل کرنے سے روکا۔ (ایضاً)

۸:...... اسیران جنگ کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت فرمائی۔

۹:...... دشمن اپنے کو کمزور دیکھ کر صلح کی درخواست کرے تو اسے قبول کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (سورۂ توبہ:۳۶)

۱۰:...... پناہ میں آنے والے غیر مسلم کو امن دینے اور عافیت سے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ (التوبہ:۳۶)

۱۱:...... محض مال غنیمت کے لئے جہاد کرنے سے روکا۔ (ابوداؤد:۱/۳۴۸)

۱۲:...... لوٹ کے مال کو حرام قرار دیا۔ (تاریخ ابن خلدون)

۱۳:...... معاہدہ کرنے والوں کی جان ومال کی پوری حفاظت کا مسلمانوں کو پابند فرمایا۔ (دین رحمت ص:۲۳۹، بحوالہ فتوح البلدان)

وطن کی محبت اسلام میں

یہ حقیقت ہے کہ انسان کو دنیا میں جینے اور زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیشہ ہی غذا کی ضرورت پڑتی ہے، انسان کو یہ غذا زمین سے حاصل ہوتی ہے اور بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے، سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔'' دوسری آیت شریفہ میں ارشاد فرمایا ہے: ''ہم نے تم کو زمین میں ٹھہرایا اور تمہارے لئے زندگی کے سامان زمین سے پیدا کئے۔'' (سورۂ اعراف) ایک آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے: ''تم زمین میں ہی زندگی بسر کروگے اور زمین میں ہی مروگے اور زمین میں سے ہی نکالے جاؤگے۔'' (سورۂ اعراف) جس زمین سے آدمی کا خمیر اٹھا ہے، جہاں وہ پیدا ہوا اور زندگی بسر کررہا ہے، اس سے انسان کو فطری لگاؤ اور تعلق ہوتا ہے، اسی لئے عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے: ''انسان کی پیدائشی سرزمین اس کی دودھ پلانے والی ماں ہے۔'' مشہور حکیمانہ جملہ ہے: ''حب الوطن من الایمان''...وطن کی محبت ایمان کا تقاضا ہے...''

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرماکر مکہ مکرمہ سے جانے لگے تو فرمایا کرتے تھے: اے مکہ! تو خدا کا شہر ہے تو مجھے کس قدر محبوب ہے، اے کاش! تیرے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں تجھ کو نہ چھوڑتا۔ (جمع الفوائد:۱/۱۹۵)

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو وطن بنالیا تو دعا میں فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے اندر مدینے کی اتنی محبت پیدا کردے، جتنی تو نے مکہ کی محبت دی ہے، مدینے کی آب وہوا درست فرمادے اور ہمارے لئے مدینے کی صاع اور مد (ناپنے کے پیمانے) میں برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو (جحفہ مقام) کی طرف منتقل فرمادے۔ (بخاری شریف:۱/۵۵۸)

اس حدیث شریف سے وطن عزیز کی محبت کا بھی بخوبی پتہ چلتا ہے، نیز اس کی اقتصادی ترقی اور آب وہوا کی درستگی اور صحت وعافیت کی بحالی شدید رغبت بھی ظاہر ہوئی ہے، اس لئے وطن مالوف کی محبت فطری تقاضا بھی ہے اور شرعی بھی۔

ہندوستان کی فضیلت

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیت علماء ہند رقم طراز ہیں:

''اسلامی کتابیں یہ بتاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان ہی میں اتارے گئے اور یہاں ہی سکونت کی اور یہاں ہی سے ان کی نسل دنیا میں پھیلی اور اسی وجہ سے انسانوں کو آدمی کہا جاتا ہے۔'' (ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل، بحوالہ تفسیر ابن کثیر:۱/۸۰)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ علیہ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان نبوت کا دار الخلافہ ہے، یہاں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے، حضرت شیث علیہ السلام دوسرے رسول تھے جو اس سرزمین پر

وارد ہوئے، ان کی قبر شریف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اجودھیا میں ہے۔"

دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ: "رام چندر جی اور کرشن جی کے نام ادب سے لئے جائیں اور ان کے ساتھ گستاخی نہ کی جائے۔" (قومی اتحاد ص:۷)

حضرت مولانا محمد میاں رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (۱) انسانیت کا دارالخلافہ ہندوستان ہے، (۲) چونکہ خلیفہ نبی تھا، جس کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لایا کرتے تھے، لہٰذا سرزمین ہند سب سے پہلے آفتاب نبوت کا مشرق بنا، (۳) اسی سرزمین پر سب سے پہلے حضرت جبرئیل کا نزول ہوا، (۴) ابن سعد نے "طبقات" میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے جسم کا خمیر "دجنی" نامی علاقے کی خاک سے بنایا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر یہیں کی خاک سے بنایا گیا اور حضرت آدم تمام انسانوں کے ابوالآباء تھے، اس لئے جملہ انبیاء اور تمام انسانوں کے روحانی اور مادی اصل واصول کا خمیر ہندوستان ہی سے بنایا گیا، توالد وتناسل کے اصول پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جملہ انبیاء اولیاء اور صلحاء کرام علماء ومشائخ کا اولین عنصر اسی خاک پاک سے وجود پذیر ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ عہد الست ہندوستان کے مقام وجنی میں ہی لیا گیا، اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے برآمد کر کے ان کو خطاب کیا اور فرمایا کہ: "کیا! میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟" تمام روحوں نے متفقہ طور پر اللہ تعالیٰ کی پروردگاری کو تسلیم کرتے ہوئے کہا: "ضرور آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں۔" (ہمارا ہندوستان اور اس کے فضائل)

ہندوستان میں مسلمانوں کے ملکی فرائض

محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

"ہندوستان یا کسی دوسرے غیر مسلم اکثریت والے ملک میں ہر مسلمان اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اسلام نے عام انسانوں کے لئے امن اور آزادی کے جو حقوق تسلیم کئے ہیں اپنے اختیار اور اپنی طاقت کی حد تک ان حقوق کی حفاظت کرے، ظاہر ہے اس مقصد کے تحت ہر مسلمان کو ملک کی سیاسی، معاشی اور شہری سرگرمیوں میں بقدر طاقت حصہ لینا پڑے گا، تاکہ اپنے ہاتھ میں سیاسی اور معاشی قوت کے ذریعہ وہ ملک کے عام باشندوں کی جان ومال اور روٹی کپڑے کے حقوق کی حفاظت کا اپنے وسائل کی حد تک فرض انجام دے سکے، ایک مسلمان اگر محض تماشائی بن کر زندگی گزارنا چاہے اور ملک کی سیاسی سرگرمیوں اور معاشی واقتصادی جدوجہد سے کنارہ کش رہے تو وہ خدا کے عام بندوں کی خدمت کا فرض کیسے ادا کرسکتا ہے؟"

(ہندوستان میں مسلمانوں کے ملکی فرائض)

ہمارے اکابر علمائے کرام اور عام مسلمانوں نے ہمیشہ ملک میں محبت واتحاد، حسن معاشرت، فرقہ وارانہ یگانگت اور قومی یکجہتی ورواداری کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم باشندگان ہندوستان بحیثیت ہندوستانی ہونے کے، ایک اشتراک رکھتے ہیں جو کہ اختلاف مذاہب اور اختلاف تہذیب کے ساتھ ہر حال میں باقی رہتا ہے جس طرح ہماری صورتوں کے اختلافات ذاتوں اور صورتوں کے تباین، رنگتوں اور قامتوں کے افتراقات سے ہماری مشترکہ انسانیت میں فرق نہیں آتا اسی طرح ہمارے مذہبی اور تہذیبی اختلافات ہمارے وطنی اشتراک میں خلل انداز نہیں ہیں، ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستانی ہیں۔"

لہٰذا وطنی منافع کے حصول اور مضرتوں کے ازالے کا فکر اور اس کے لئے جدوجہد مسلمانوں کا بھی اسی طرح فریضہ ہے جس طرح دوسری ملتوں اور غیر مسلم قوموں کا، اس کے لئے سب کو مل کر پوری طرح کوشش کرنی از بس ضروری ہے، اگر آگ لگنے کے وقت تمام گاؤں کے باشندے آگ نہ بجھائیں تو تمام گاؤں برباد ہوجائے گا اور سب ہی کے لئے زندگی وبال ہوجائے گی، اسی طرح ایک ملک کے باشندوں کا فرض ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی کہ ملک پر جب کوئی عام مصیبت پڑ جائے تو مشترکہ قوت سے اس کے دور کرنے کی جدوجہد کریں، اشتراک وطن کے فرائض سب پر یکساں عائد ہوتے ہیں، مذاہب کے اختلاف سے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، ہر ایک اپنے مذہب پر پوری طرح قائم رہ کے ایسے فرائض کو انجام دے سکتا ہے، یہی اشتراک میونسپل بورڈوں، کونسلوں، اسمبلیوں میں پایا جاتا ہے اور مختلف المذاہب ممبر فرائض شہر یا ضلع یا صوبہ یا ملک کو انجام دیتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، یہی معنی اس جگہ متحدہ قومیت کے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات فدائے ملت، ص:۲۱۶)

☆☆......☆☆

قادیانیت: منظر اور پس منظر

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے، مولوی عبدالکریم نے جو جمعہ کے خطیب تھے، ایک خطبہ جمعہ پڑھا، جس میں مرزا صاحب کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے، اس خطبہ کو سن کر مولوی سید محمد احسن امروہوی نے بہت پیچ و تاب کھائے، جب یہ بات مولوی عبدالکریم کو معلوم ہوئی تو پھر انہوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ: "اگر میں غلط کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں" جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگا تو مولوی عبدالکریم نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا اور درخواست کی:

"اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرمائیں؟ مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مولوی! ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔"

یہ خطبہ سن کر مولوی سید محمد احسن امروہوی غصہ میں بھرے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے، جب مولوی عبدالکریم واپس آئے تو مولوی سید محمد احسن ان سے لڑنے لگے، آواز بہت بلند ہوگئی تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی:

"یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔"
(الحجرات:۲)

دعویٰ نبوت کے بعد اس میں مزید تدریج و ارتقاء کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی عبارتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام انبیاء سے افضل قرار دینے لگے تھے، لیکن چونکہ یہ سب کچھ تدریجی طور پر اور بظاہر منظم اسکیم کے طور پر ہوا اس لئے قبول کرنے والوں کی ایک تعداد اس کے ساتھ ہوگئی، انہوں نے دعووں کا آغاز بھی اسی وقت کیا تھا، جب ان کو اپنی شہرت و مقبولیت کا اندازہ ہونے لگا اور جیسے جیسے وہ یہ اندازہ کرتے جاتے کہ اب ماننے والوں کی عقیدت اس سے آگے کی متحمل ہوگئی وہ فوراً مزید نیا دعویٰ کرتے جاتے، یہاں تک کہ انہوں نے وہ آخری دعویٰ بھی کر ڈالا جس کا اندازہ اہل بصیرت کو براہین احمدیہ سے ہونے لگا تھا۔

اس مذہب کے جڑ پکڑنے اور پھیلنے کی یہ ایک اہم وجہ ہے ورنہ پہلے جن لوگوں نے بھی پہلے ہی مرحلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا، وہ فوراً پہچان لئے گئے، اس کی نوبت ہی نہیں آ سکی کہ اس کے بارے میں کچھ غور و فکر کیا جائے، صرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک بڑی جماعت اکٹھا ہوئی تھی اس کی وجہ سے خاندانی عصبیت تھی لیکن جلد ہی اس کا قلع قمع کر دیا گیا اور آج دنیا اس کو جانتی بھی ہے تو کذاب کے لقب سے۔

مرزا صاحب نے جس طرح تدریجی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا اسی طرح اس کے مبلغین بھی اس کی اشاعت میں تدریجی مراحل اختیار کرتے ہیں۔ عام طور پر وہ مسلمانوں کے پسماندہ علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں، جہاں لوگ بالکل دین سے ناواقف اور خستہ حال ہوں، وہاں جا کر پہلے مرحلہ میں مالی مدد کرتے ہیں، کہیں سے یہ بات ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ ان کا تعلق قادیانی یا مرزائی جماعت سے ہے، بچوں کو تعلیم دینے کے بہانے سے وہ وہاں زمین بناتے ہیں اور جب لوگ اچھی طرح سے مانوس ہو جاتے ہیں تو وہ لوگوں کو قادیان جانے پر لالچ دے کر آمادہ کرتے ہیں، اس وقت بھی ان کو یہ نہیں بتاتے کہ وہاں کوئی مدعی نبوت پیدا ہوا بلکہ ایک بزرگ کی حیثیت سے اس کو پیش کرتے ہیں جو لوگ قادیان اور اس کی تاریخ سے واقف نہیں وہ اس کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کے بعد بھی ان کی بڑی تعداد کو جب حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وہ اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

> مرزا قادیانی نے جس طرح تدریجی طور پر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا اسی طرح اس کے مبلغین بھی اس کی اشاعت میں تدریجی مراحل اختیار کرتے ہیں

مرزا صاحب کی پیشینگوئیاں

مرزا صاحب نے متعدد مواقع پر اندازہ کر کے بہت سی پیشینگوئیاں بھی فرمائیں، عام طور پر

یہ ہوتا ہے کہ اندازہ سے کہنے والوں کی بھی دس باتوں میں سے پانچ باتیں صحیح ہوجاتی ہیں، مگر خدائے حکیم و خبیر کا فیصلہ کہ ان کے اندازے بالکل درست نہ ہوسکے، پھر تاویل در تاویل کرنے کے باوجود بھی بات نہ بن سکی، یہاں پر اس کی صرف دو مثالیں نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

جب مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء اسلام نے ان کی تردید و مخالفت شروع کی، ان علماء میں مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نمایاں تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جاری کیا، جس میں مولانا امرتسریؒ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

"اگر میں ایسا ہی کذاب و مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت و حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے یعنی طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

خدا کا کرنا کہ اس اشتہار کے ایک سال کے بعد ۲۵/مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ ہی کی بیماری میں مرزا صاحب فوت ہوگئے۔ خود مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کا بیان ہے:

"حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے پہلی رات کو میں اپنے مقام پر جاکر سوچکا تھا، جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے خطاب کرکے فرمایا: میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا، اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔"

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اللہ تعالیٰ نے عمر طویل عطا فرمائی، انہوں نے مرزا صاحب کے انتقال کے پورے چالیس سال بعد ۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء، اسّی برس کی عمر میں وفات پائی۔

دوسری پیشگوئی جو ہزار کوشش کے باوجود بھی پوری نہ ہوسکی، وہ محمدی بیگم سے نکاح کا مسئلہ تھا، جس کو انہوں نے اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا تھا اور اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ محمدی بیگم مرزا صاحب کے ایک رشتہ دار مرزا احمد بیگ کی صاحبزادی تھیں، مرزا صاحب نے ان کو شادی کا پیغام دیا اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کردی کہ یہ حکم ربانی ہے، ان کو جب یہ شبہ ہوا کہ رشتہ شاید منظور نہ ہو تو انہوں نے ڈرانے دھمکانے سے کام لیا۔ ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء کے ایک اشتہار میں انہوں نے اعلان کردیا:

"اگر نکاح سے انحراف کیا گیا تو اس لڑکی کا انجام بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے کے ساتھ بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔"

ان اشتہارات کا بڑا چرچا ہوا اور یہ چیز مرزا صاحب کی عزت و ذلت کا معیار بن گئی خود وہ اس پیشگوئی کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔"

اس لئے انہوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا طرح طرح کے سبز باغ دکھائے، وعدے وعید کئے اپنی تہائی جائیداد منکوحہ کے نام کردینے کا اظہار کیا، یہاں تک کہ انہوں نے اعلان کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اس کو میرے نکاح میں دے دیا ہے، لیکن مرزا احمد صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے ایک عزیز مرزا سلطان احمد سے ان کا نکاح کردیا، اس کے بعد بھی مرزا صاحب مایوس نہیں ہوئے اور ان کے اشتہارات کا سلسلہ جاری رہا، انہوں نے پھر اعلان کیا کہ:

"عورت اب تک زندہ ہے، میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی، امید یقین کامل ہے، خدا کی باتیں ہیں، ٹلتی نہیں، ہوکر رہیں گی۔"

مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ اگر عورت کا نکاح ہوا تو روز نکاح سے اڑھائی سال بعد اس کا شوہر مرجائے گا، وہ مدت بھی گزر گئی دونوں خوشگوار زندگی گزار رہے تھے تو مرزا صاحب نے اس کو تقدیر معلق پر محول کردیا اور اعلان کیا کہ میری زندگی میں یہ پیشگوئی ضرور پوری ہوگی اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میری پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت

ہو جائے گی مرزا سلطان احمد کی زندگی میں اللہ نے برکت دی، مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوگئے، لیکن مرزا سلطان احمد صاحب اس کے بعد عرصہ تک زندہ رہے اور یہ نکاح جو بقول ان کے آسمان پر ہو چکا تھا زمین پر نہ ہوسکا۔

حکومت برطانیہ سے خاندانی تعلقات

قادیانیت کے فروغ کا ایک بڑا اسباب یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے خاندان کو شروع سے حکومت برطانیہ کی سرپرستی حاصل تھی، وہ اس کے حکومت کے بڑے وفادار اور اس کے لئے بڑی قربانیاں دینے کے لئے تیار تھے، وہ خود لکھتے ہیں:

"میں ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا، ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریز کو مدد دی تھی۔"

مرزا صاحب اس حکومت کو "سایہ اللہ" اور "دولت دین پناہ" سمجھتے تھے، اسی لئے وہ ان کے خلاف جہاد کو درست نہیں سمجھتے تھے، وہ دل سے اس کی خیر خواہی کرتے تھے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔"

وہ حکومت برطانیہ کی اطاعت کو دین کا ایک اہم حصہ قرار دیتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت کریں، دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں ہمیں پناہ دی ہو، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔"

حکومت کے سامنے وہ اپنی اس وفاداری کا بار بار دم بھرتے تھے تاکہ اس کے منافع ان کو حاصل ہوتے رہیں، ایک درخواست سے جو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو پیش کی گئی ہے، لکھتے ہیں:

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں۔

۲:......ایک جگہ اپنی خدمت گزاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کو شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے۔

۳:......آگے بڑے فخر کے ساتھ لکھتے ہیں:

مجھے حق ہے کہ میں دعویٰ کروں کہ میں ان خدمات میں منفرد ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اس حکومت کے لئے تعویذ اور ایسا قلعہ ہوں جو اس کو آفات و مصائب سے محفوظ رکھنے والا ہے اور میرے رب نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک تم ان میں ہو پس حقیقتاً اس حکومت کے پاس میرا کوئی ہمسر اور نصرت و تائید میں میرا کوئی مثیل نہیں، اگر خدا نے اس حکومت کو نگاہ اور مردم شناسی عطا کی ہے تو وہ اس کی تصدیق کرے گی۔

جو درخواست انہوں نے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو بھیجی تھی، اس میں یہ آگے لکھتے ہیں:

"یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار خاندان کی نسبت ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیوں میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کی خیر خواہ اور خدمت گزار ہے اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔"

آخری درجہ کی بات یہ ہے کہ انہوں نے پادریوں سے مناظروں میں جو جوش و جذبہ دکھایا ہے اس کی وجہ بھی یہی لکھی ہے کہ پرچہ "نور افشاں" میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے، نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ

اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا کہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔"

انگریزوں نے ان کی اس وفاداری کا صلہ پہلے بھی دیا تھا اور آج یہ ان کا خود کاشتہ پودا برطانیہ ہی میں برگ وبار لانے کی کوشش میں مصروف ہے، ہندو پاک میں جب ان کو کہیں پناہ نہ ملی تو انہوں نے برطانیہ کی گود میں پناہ لی۔

آخری بات

موجودہ دور میں اسلام دشمن طاقتوں کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ اسلام کا نام لینے والوں میں جو باطل فرقے ہیں، ان کو ہر طرح سے بڑھاوا دے رہی ہیں تا کہ ایک طرف انتشار کی فضا پیدا ہو اور دوسری طرف اہل حق، حق سے بٹتے چلے جائیں اور ان کی طاقت کمزور ہوتی چلی جائے، اس وقت پیچھے سے نئے نئے فرقے پیدا کرنے کی کوشش بھی جاری ہے اور موجودہ فرقوں کو ہر طرف سے طاقت پہنچائی جارہی ہے، ان فرقوں میں قادیانیت سرفہرست ہے، عیسائی مشنری کی طرح یہ فرقہ بھی اس وقت ہندوستان میں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں سرگرم عمل ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے وسائل اختیار کئے جارہے ہیں اور بے دریغ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، عام طور پر یہ لوگ ایسے علاقوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں مسلمان جہالت میں مبتلا ہوں، غربت کے مارے ہوں، وہاں پہنچ کر ان کی مالی امداد کے ذریعہ ان کے قریب ہوتے ہیں، تعلیم کے نام پر وہاں قیام کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ ورغلا کر ان کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے ہزاروں کارکن مختلف علاقوں میں پھیلے ہوتے ہیں جن کو بڑی تنخواہیں دے کر قادیانیت کے فرقہ کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، اہل علم واہل فکر کو اس کی طرف توجہ کرنے کی خاص ضرورت ہے تا کہ نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان باغیوں کا اصل چہرہ مسلمانوں کے سامنے بھی آسکے۔

اہل علم واہل فکر اور دانشور طبقہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کوردہ علاقوں کی فکر کریں اور کم از کم وہاں دینی مکاتب کے قیام کو ضروری سمجھیں تا کہ ان کا ایمان وعقیدہ محفوظ رہے اور وہ اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ قائم رہ سکیں اور کوئی آکر ان کو ان کے صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے۔

☆......☆......☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے زیر اہتمام
عظیم الشان
تحفظ ختم نبوت
کانفرنس
مقررین
شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
پیر شبیر احمد گیلانی مدظلہ، مولانا احمد مصدق قاسمی،
مولانا فقیر اللہ اختر، مولانا محبوب الٰہی ہزاروی،
مولانا عزیز الرحمٰن قاسمی ودیگر علماء کرام
تلاوت کلام پاک: قاری عبدالستار
نعت خواں: قاری عبدالرؤف پسروری
پروگرام: 20 مارچ 2009ء
بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء
بمقام: جامع مسجد سیدنا امیر معاویہ ٹیکا پورہ سیالکوٹ
منجانب شعبہ نشر واشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ فون: 0300-7442857

خبروں پر ایک نظر

لیہ کے علاقہ میں قادیانیوں کی گستاخی

لیہ (عبدالستار حیدری) لیہ کے قریب پیر جگی کے علاقہ میں چک نمبر ۱۷۲ کی جامع مسجد انوار مصطفیٰ کی لیٹرین میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد سیاہی کے ساتھ لکھا ہوا پایا گیا، جسے مذکورہ بالا مسجد کے امام صاحب نے کھرچ دیا، کچھ دنوں کے بعد نعوذ باللہ وہی حرکت کی گئی اور گندگی کے ساتھ نام پاک لکھا گیا۔ جس کی اطلاع علاقہ کی معروف دینی و سیاسی شخصیت پیر اقبال احمد شاہ بخاری کو دی گئی، مضافاتی چکوک ۱۷۱،۱۷۲،۱۷۳،۱۷۴،۱۷۵ کے مسلمان کثرت کے ساتھ جمع ہوگئے۔ احتجاجی جلسہ ہوا، جس سے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام اور مشائخ عظام نے خطاب کیا، بلکہ احتجاجی جلسہ میں ڈسٹرکٹ انتظامیہ کے حالات بھی قابل دید تھے، جس طرح عام مسلمان اس گستاخی پر آنسو بہا رہے تھے، ایسے ہی انتظامیہ کے افسران بھی پرنم تھے۔ چنانچہ مقامی احباب کی طرف سے چار پانچ قادیانیوں کے خلاف نامزد پرچہ درج کرلیا گیا اور اس کی تفتیش کے لئے ایس پی انویسٹی گیشن راجن پور کو مقرر کیا گیا، اس واقعہ سے صرف لیہ میں ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

۳۱/جنوری کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اجلاس طلب کیا گیا، جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء، تاجر، سیاسی زعماء نے شرکت کی، مہمان خصوصی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید فاروقی تھے۔ اجلاس میں پیر اقبال احمد شاہ بخاری کی صدارت میں کمیٹی قائم کی گئی۔ کمیٹی میں مولانا قاری منور احمد، مولانا محمد اصغر تمیمی جمعیت علماء اسلام، قاری کفایت اللہ تنظیم اہلسنت، مولانا محمد حسین امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، چوہدری بشیر احمد وڑائچ جماعت اسلامی، قاری عبدالغفور رحیمی کوٹ سلطان، شیخ محمد اشرف جماعت اہلسنت، چوہدری مجید جاوید ایڈووکیٹ، رضوان احمد خان، خواجہ فقیر محمد، حاجی محمد حسین، مہر حبیب اللہ ایڈووکیٹ، مہر احمد علی دلاور۔ کمیٹی کے اراکین نے پیر اقبال احمد بخاری کی قیادت میں ڈی پی او لیہ سے ملاقات کی۔ وفد میں اراکین کمیٹی کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید چوک سرور شہید، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی بھی شامل تھے۔ وفد نے ڈی پی او سے مسئلہ کی سنگینی کا اظہار کیا اور ملزموں کو بلا رو رعایت کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ ڈی پی او نے وفد کو یقین دلایا کہ ملازموں کو قانون کے شکنجے میں کسا جائے گا اور جرم کی سنگینی کے مطابق کیفر کردار

تبصرہ کتب

کتاب: کلیات اشعر

افادات: مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

ترتیب وتبویب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

صفحات: ۲۸۰، ہدیہ: ۱۸۰

ناشر: مکتبہ ختم نبوت، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعرؒ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے شاگرد رشید، قافلۂ بخاری کے حدی خواں، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے تربیت یافتہ اور جید عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ پوری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت اور ناموس رسالت کی چوکیداری میں گزار دی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور دعوت وتبلیغ کے لئے قریہ قریہ، بستی بستی کوچہ کوچہ، قصبات اور شہروں میں پھرے، صرف اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بنگلہ دیش، انڈونیشیا، جنوبی افریقہ کے تبلیغی دورے کئے۔ ہر سال رمضان المبارک اور شعبان المعظم کی چھٹیوں میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور اور جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خان پور میں دورہ تفسیر کے طلبہ کرام کورد قادیانیت پر تیاری کراتے۔ مرحوم نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کاپی وفات سے چند سال قبل مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کو عنایت فرمائی۔ موصوف نے کاپی کی ترتیب و تبویب، حوالہ جات کی تخریج اور عربی عبارات، آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا ترجمہ کیا جو کتاب کی جان ہے۔ کتاب کو کئی ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے: باب اول: حیات و خدمات، باب دوم: انٹرویوز، باب سوم: مرزائیت اور کذب مرزا، باب چہارم: مسئلہ ختم نبوت، باب پنجم: ختم نبوت کے خلاف قادیانی دلائل اور ان کے جوابات، باب ششم: حیات مسیح علیہ السلام، باب ہفتم: حیات مسیح کے خلاف قادیانی دلائل اور ان کے جوابات، باب ہشتم: تصنیفات اشعر (اس میں آپ کے تصنیف کردہ پانچ رسائل شامل ہیں، مرزا قادیانی کی آسان پہچان، مرزائیت علامہ اقبال کی نظر میں، بیرون ممالک میں قادیانی تبلیغ کی حقیقت، مرزائیوں کا بہت بڑا فریب جلسہ سیرت النبیؐ اور قادیانی گروہ)۔

قادیانیت کے دجل وفریب اور تلبیس کو سمجھنے کے لئے شاندار کتاب ہے جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جملہ دفاتر سے دستیاب ہے۔

تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ملکی سطح پر قادیانیوں کی ملک وملت کے خلاف سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے بتلایا کہ قادیانی کمینی حرکات کرکے ایف آئی آر کی نقل لے کر امریکا، برطانیہ، فرانس، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک میں سیاسی پناہ کی درخواست دے کر نام نہاد مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور ملک وملت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ مولانا نے جب تفصیلات سے آگاہ کیا تو ڈی پی او ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے اور کہا کہ انشاء اللہ العزیز عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے افسران بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

آل پارٹیز طلبا تنظیموں کے نمائندگان کا اجلاس

لاہور (نامہ نگار) ۱۱/ اپریل ۲۰۰۹ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں منعقد ہونے والی تاریخی ختم نبوت کانفرنس کی تیاریوں کے سلسلے میں ۱۹/ فروری جمعرات دن ایک بجے آل پارٹیز تنظیموں کا اجلاس دفتر ختم نبوت، عائشہ مسجد حسین اسٹریٹ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر کی طلبا تنظیموں کے نمائندگان شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں قادیانیت کے تعاقب اور اس کی ارتدادی سرگرمیوں کے حوالے سے نوجوان نسل کو آگاہ اور بیدار کرنے کے لئے متفقہ لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔ ۱۱/ اپریل کی تاریخی ختم نبوت کانفرنس کے حوالے سے تمام طلبا تنظیموں کے سربراہان نے اپنی اپنی جدوجہد کے حوالے سے ایک لائحہ عمل طے کیا۔ یہ تاریخی ختم نبوت کانفرنس ملکی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی اور اس کے ذریعے نئی نسل کو اپنے ایمان اور عقیدے کے حوالے سے آگاہی ہوگی اور سامراج کے خود کاشتہ پودے ''قادیانیت'' کی فتنہ سامانیوں کو بے نقاب کیا جائے گا۔

سہ ماہی جلسہ سیرت خاتم النبیینؐ کا انعقاد

پنو عاقل (حافظ محمد ایاز شیخ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنو عاقل کے زیر اہتمام آٹھواں سہ ماہی جلسہ سیرت خاتم النبیینؐ بروز ہفتہ بعد نماز عشاء الفاروق مسجد، شاہی بازار، پنو عاقل میں منعقد ہوا۔ جلسے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مہمان خاص تھے۔ جب کہ دیگر مقررین میں مولانا عبدالحمید شیخ، مولانا محمد حسین ناصر مبلغ مجلس سکھر، مولانا عبدالرحیم، مولانا قاری خلیل الرحمٰن انڈھڑ اور دیگر کئی ایک مقامی علماء کرام وخطباء عظام شامل تھے۔ مقررین نے اپنے خطابات میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ مرزائیت کے تعاقب پر زور دیتے ہوئے حکمرانوں کو خبردار کیا کہ آئین میں موجود اسلامی دفعات بالخصوص ۲۹۵۔سی کو چھیڑنے سے باز رہیں۔ دریں اثنا بعد نماز ظہر شبان ختم نبوت پنو عاقل کے زیر اہتمام تربیتی کونشن بھی منعقد ہوا، جس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے علاوہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں امیر شریعت، خطیب الامت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی معیت میں سکھر سینٹرل جیل میں قید کاٹنے والے بزرگ عالم دین حضرت مولانا گل محمد خالد مدظلہ نے خصوصیت سے شرکت کی اور یاد ماضی سے نوجوانوں کے جذبات کو گرمایا، اس پروگرام میں ایک سو سے زائد مختلف الخیال نوجوانوں نے بڑے جذبے کے ساتھ شریک ہوکر سید کائنات سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔ ان پروگراموں کے انعقاد میں غلام شبیر شیخ، مولانا اظہر حسین الحسینی، حافظ عبدالقدیر شیخ، عبدالخالق شیخ ودیگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وشبان ختم نبوت کے تمام پُرخلوص احباب نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

اظہار تعزیت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کے ناظم نشر واشاعت حافظ محمد فرقان انصاری کے بڑے بھائی طویل علالت کے بعد جمعہ ۲۰/ فروری کو انتقال کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ راہنما حضرت علامہ احمد میاں حمادی نے مرکزی جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم میں رات دس بجے پڑھائی۔ جنازہ میں معززین شہر، سیاسی، سماجی، مذہبی تنظیموں کے راہنماؤں نے شرکت کی۔ مرحوم کو جوہر آباد قبرستان میں اپنے دادا کے سرہانے دفن کیا گیا، مرحوم مجلس تحفظ ختم نبوت سے کافی پرانے وابستہ تھے اور مجلس کے تمام پروگراموں اور جلسہ وجلوس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا محمد اکرم طوفانی، مفتی سعید احمد جلال پوری، سید انوار الحسن شاہ، مفتی حفیظ الرحمٰن رحمانی، مولانا محمد نذر عثمانی، مولانا مفتی شمس الدین، قاری محفوظ الرحمٰن شمس، مولانا محمد راشد مدنی، مفتی محمد امان اللہ بلوچ، مفتی محمد طاہر مکی، حافظ محمد زاہد حجازی، ڈاکٹر محمد خالد آرائیں، طارق جانگ، عبدالکریم بروہی، محمد ہاشم بروہی، حافظ محمد طارق حمادی، عمیر شیخ سمیت تمام کارکنوں نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

درسِ حدیث

گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

اُمیدوں کا کوتاہ ہونا

امام غزالی رحمہ اللہ نے ”اربعین“ میں دنیا کی مثال بہت ہی عمدہ بیان فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”دنیا توشۂ آخرت ہے، اور اس سے مقصود یہی ہے کہ مسافران بآسانی اپنا سفر ختم کرسکیں، مگر بے وقوف اور احمق لوگوں نے اسی کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا اور طرح طرح کے مشغلوں اور قسم قسم کی خواہشوں میں ایسے پڑے کہ آنے والے وقت کو بالکل بھول گئے۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کی نیت سے روانہ ہو اور جنگل میں پہنچ کر سواری کے گھاس دانہ اور مرکب کے موٹا تازہ کرنے کی فکر میں لگ جائے اور ہم راہیوں سے پیچھے رہ جائے، افسوس ہے اس کی حالت پر کہ تن تنہا جنگل میں رہ گیا اور قافلہ کوچ کرگیا، جس نیت سے چلا تھا یعنی حج وہ بھی گیا گزرا ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلی درندوں نے موٹی تازی سواری کو بھی چیر پھاڑ ڈالا اور اس کو بھی اپنے منہ کا نوالہ بنا گئے۔ یاد رکھو! کہ دنیا آخرت کی کھیتی اور منزل کا پڑاؤ ہے، اور تم اپنے جسمِ خاکی پر سوار ہوکر سفرِ آخرت کررہے ہو، اس لئے تم کو چاہئے کہ اپنی سواری کا گھاس دانہ بقدرِ کفایت اُٹھاؤ اور سفری ضرورتوں میں کام آنے والا سامان مہیا کرکے وہ بیج بوؤ جس کو آخرت میں کاٹو اور پھر دائمی زندگی آرام سے گزار سکو، اور اگر اس ماتحت سواری کی پرورش و فربہی میں مشغول ہوجاؤ گے تو قافلہ کوچ کرجائے گا اور تم منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکو گے۔

دنیا میں مخلوق کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی پر کچھ آدمی سوار ہوں اور کشتی کسی جزیرے کے کنارے پر ٹھہرے اور کشتی کا ملاح سواریوں کو اجازت دیدے کہ جاؤ! جزیرے میں اُتر کر اپنی ضرورتیں پوری کرآؤ، مگر ہوشیاری سے کام لینا، جگہ خطرناک ہے اور ابھی سفر دور دراز سر پر ہے۔ غرض سواریاں اُتریں اور اِدھر اُدھر منتشر ہوکر کئی اقسام پر منقسم ہوگئیں۔ بعض تو ضروری حاجت سے فارغ ہوتے ہی لوٹ پڑے اور فضول وقت گزارنا ان کو اچھا نہ معلوم ہوا۔ پس دیکھا کہ کشتی خالی پڑی ہے لہٰذا اپنی پسند کے موافق ساری کشتی میں اعلیٰ درجے کی ہوادار اور فراخ جگہ منتخب کرکے وہاں بیٹھ گئے۔ اور بعض جزیرے کی خوشگوار ہوا کھانے اور خوش الحان پرندوں کی سریلی آوازوں کے سننے میں لگ گئے، سبز مخملی فرش اور رنگ برنگ کے پھول بوٹوں اور طرح طرح کے پتھروں، درختوں کی گل کاریوں میں مشغول ہوگئے، مگر پھر جلدی ہوش آگیا اور فوراً کشتی کی جانب واپس ہوئے، یہاں پہنچ کر دیکھا کہ جگہ تنگ رہ گئی ہے اور پُربہار وفضا کی جگہوں پر ان سے پہلے آجانے والے لوگ بستر لگاچکے ہیں، لہٰذا اس تنگ ہی جگہ میں تکلیف کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور چند لوگ اس جزیرے کی عارضی بہار پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ دریائی خوشنما سیپیوں اور پہاڑی خوبصورت پتھروں کے چھوڑنے کو ان کا دل نہ چاہا، پس ان کا بوجھ لادکر انہوں نے اپنی کمر پر رکھا اور سمندر کے کنارے پر پہنچے کہ کشتی پر سوار ہوں، دیکھا کہ کشتی لبریز ہوچکی ہے کہ اس میں نہ بیٹھنے کی جگہ ہے اور نہ اس فضول بوجھ کے رکھنے کے لئے کوئی مکان ہے، اب حیران ہیں کہ کیا کریں؟ اِدھر تو بوجھ کے پھینکنے کو نفس گوارا نہیں کرتا اور اُدھر اپنے بیٹھنے تک کو جگہ نہیں ملتی، غرض قہرِ درویش بر جانِ درویش، نہایت دقت کے ساتھ ایک نہایت تنگ جگہ گھس بیٹھے اور کنکروں اور پتھروں کے بارِ گراں کو اپنے سر پر لاد لیا، اب ان کی حالت کا تم ہی اندازہ کرلو کہ کیا ہوگی؟ کمر الگ دُکھے گی، گردن جدا ٹوٹے گی اور جس مصیبت و تکلیف کے ساتھ وقت کٹے گا اس کو ان کا ہی دل خوب سمجھے گا۔ اور بعض لوگ جزیرے کے دل افروز حسن پر ایسے عاشق ہوئے کہ کشتی اور سمندر سب کو بھول گئے، پھول سونگھنے اور پھل کھانے میں مصروف ہوگئے اور کچھ خبر نہ رہی کہ کہاں جانا ہے؟ اور یہاں رہ کر کن درندوں اور موذی جانوروں کی غذا بننا ہے؟ آخر سب کے بعد بادلِ نخواستہ ساحل پر پہنچے تو کشتی میں نام کو بھی جگہ نظر نہ آئی تھوڑی دیر بعد کشتی لنگر اُٹھاکر وہاں سے چل دی اور یہ لوگ کنارے پر کھڑے حسرت بھری نظروں سے اپنے ہم راہیوں کو دیکھتے رہ گئے، آخرکار نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرے کے درندوں نے ان کو پھاڑ ڈالا اور موذی جانوروں نے ان کے نازک اور خوبصورت بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہی حال بعینہٖ دنیاداروں کا ہے، اب تم خود غور کرکے سمجھ لو کہ کن لوگوں پر کونسی مثال چسپاں ہوتی ہے۔“

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: یہ آدمی ہے، اور یہ اس کی اجل ہے (جو قریب ہی کھڑی ہے)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پشت کی طرف کیا، پھر اس کو پھیلایا اور فرمایا: اور وہاں اور وہاں (یعنی بہت دور) اس کی آرزو ہے۔“ (ترمذی ج:۲ ص:۵۷)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حسی مثال سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے جو منصوبے بناتا ہے، یہ شیخ چلی کی طرح محض اس کی خام خیالی ہے، ورنہ اس دنیا میں کسی کی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوئیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ آدمی اپنی اُمیدوں اور آرزوؤں کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، وہ اس خام خیالی میں ہوتا ہے کہ اس کی اُمید بر آئے گی اور وہ اپنی خواہشات ومقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ لیکن اجل کا خفیہ ہاتھ رونما ہوتا ہے اور اس کی تمام آرزوؤں، اُمیدوں اور خواہشوں کا خون کردیتا ہے، اسے چار وناچار پیامِ اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور دنیا کی ساری تگ و دو سے ہارے میں وہ یہ کہتا ہوا دنیا سے رُخصت ہوتا ہے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا!

(جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجیے

اپیل کنندگان

مولانا خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر
نائب امیر مرکزیہ

مولانا عزیز الرحمٰن
ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 22 4583486-45141 فیکس: 4542277
اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان
جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 2780337 فیکس: 2780340
اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے۔